دیوان غوث الاعظمؒ



کتب خانہ نذیریہ اُردو بازار دہلی

دیوان
حضرت غوث الاعظم

زیرِ نگرانی

محمد مسلم احمد نظامی ایم اے

نذر

تین روپے

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار۔ دہلی

مطبوعہ

لاہور پریس دہلی

توجہ فرمائیں

وقت بدلتا ہے وقت کے ساتھ ساتھ اندازِ فکر و نظر بھی بدلتا ہے ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ قرآن و سنت پر عمل کرتے تھے اور دنیا کی تمام عزتیں اور عظمتیں ان کے لئے موجود تھیں مگر جب مسلمان کی توجہ اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمان سے ہٹ کر نفس کے گڑھے میں جا پڑی تو اس کا نتیجہ ایسا بھیانک اور وحشت ناک ہوا کہ جس سے فکر و نظر کی تمام قوتیں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔ اُمت مرحومہ کی نبض پر اب بھی اگر ہوشیار حکیم حقیقت کی انگلیاں رکھے تو مرض کی تمام کیفیات اس طرح سامنے آئیں گی کہ جن کو محسوس کرنے کے بعد خزانہ علم و حکمت خالی نظر آئے گا۔ اور بجز تائید الٰہی کوئی سبیل ازالۂ مرض کی نہ دکھائی دے گی۔

تصوف دراصل مذہب کی جان ہے اور اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس کو دنیائے مذاہب میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن تصوف کے اسلوب اس قدر نازک اور باریک ہیں کہ اگر علم و عقل کی روشنی سے کام نہ لیا جائے تو بھٹکنا لازمی اور بھٹک کر منزل پر نہ پہنچنا یقینی ہو جاتا ہے۔ تصوف کے انہی باریک نکات کو جن لوگوں نے کامیاب طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کیا اُن میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ دنیا اُن کو عقیدت سے آٹھ سو برس گزر جانے کے بعد آج بھی قطب الاقطاب مانتی ہے۔ پیرانِ پیر مانتی

ہے۔ دستگیر مانتی ہے، غوث الاعظم مانتی ہے۔ محبوب سبحانی سمجھتی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ یہ اندھے عقیدتمند اُن کی تعلیمات سے بالکل غافل ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ عملی زندگی میں تعلیمات غوثیہ کو بالکل ہی فراموش کر دیا گیا ہے اور اس طرح چھٹی صدی کا یہ مردِ مجاہد یہ تصوف اور حقیقت کا امام عقیدت کے ہاتھوں صرف شیخ بن کر رہ گیا ہے۔ حالانکہ اگر آپ کو اپنے دور کا تصوف اور روحانیت کا زبردست مبلغ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا آپ کے مواعظ سے دنیائے اسلام کو روحانی تازگی نصیب ہوئی ہے۔ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ آپ کے خطبات جو فتح الربانی کے نام سے مشہور ہیں اُن نصیحتوں پر مشتمل ہیں جن سے زندگی کے اندھیرے بقعہ نور بن جاتے ہیں تو نہ صرف درست ہوگا بلکہ یہ حقیقت بھی سامنے آئے گی کہ یہ خطبات قرآن واحادیثِ صحیحہ کا وہ روحانی نچوڑ ہے جو کسی دوسری جگہ اس قدر اختصار مگر جامع حیثیت سے نہ ملے گا۔

لیکن اِن خطبات کے علاوہ کہا اور سُنا یہ بھی جاتا ہے (دروغ برگردن راوی) کہ حضرت نے ایک دیوان بھی مرتب فرمایا تھا جو فارسی زبان میں ہے۔ یہ دیوان چھپا اور کیونکہ عقیدت مندوں کی کمی نہ تھی ہاتھوں ہاتھ بکا انہی نسخوں میں سے ایک نسخہ فقیر کی نظر سے بھی گذرا اسی دوران میں فوائد الفواد کا اردو ترجمہ شائع کر ہی چکا تھا اور دیوان حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور دیوان حضرت خواجہ قطب الاقطابؒ زیر طباعت تھا اس لئے حضرت شیخ سے منسوب اس فارسی نسخہ کو جو منشی نولکشور نے شائع کیا چھاپنے کا ارادہ کیا۔ ان دیوانوں کے متعلق میری اپنی رائے جو ہے سو ہے مگر میں نے اس سلسلے میں صوفیائے وقت سے بھی مشورہ کیا جن میں حضرت

مولانا عبدالسلام صاحب دہلوی کا نام محتاج تعارف نہیں۔ یہ بزرگ ہستی تصوف اور علوم مروجہ کی وہ مشعل ہے جس پر صدیوں تک دنیا ناز کرے گی جب حضرت قبلہ کے سامنے میں نے اپنے ارادہ کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا "چھاپنے کو چھاپ لو۔ مگر عقیدتاً حضرت شیخ بغدادی سے اس دیوان کا منسوب کرنا کوئی معنی رکھتا ہو تو رکھے مگر حقیقتاً ان اشعار کو حضرت شیخ قبلہ سے دور پرے کا واسطہ بھی نہیں"۔ مگر پھر بھی میرا ارادہ یہ ہی ہوا کہ جب اور دیوان چھاپ لئے تو اس کو بھی کیوں نہ چھاپا جائے جبکہ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہ العالی نے اس کی طباعت سے منع نہیں فرمایا۔

بڑی مشکل سے منشی نولکشور کا مطبوعہ نسخہ مستعار لیا اور جلد جلد کتابت کے کام سے فراغت حاصل کر کے کاپیاں جموائیں تو اصل نسخہ واپس جا چکا تھا۔ انتہائی خوشامد کے باوجود یہ نسخہ دوبارہ نہ ملا۔ خدا بھلا کرے ایسے لوگوں کا جو نہ خود کوئی قدم آگے رکھتے ہیں نہ دوسروں کی ہمت بڑھاتے ہیں۔ غرضکہ کچھ نولکشوری نسخہ غلط تھا کچھ اس کتابت میں کاتب صاحب کی مہربانیاں ہوئی ہوں گی اور اس طرح اغلاط کا درست ہونا تو مشکل تھا اور اضافہ ہی ہوا۔ دل نہ چاہتا تھا کہ اس صورت میں دیوان اس مرحلہ پر چھاپوں مگر سابقہ جان توڑ محنت کو کارآمد کرنے کے لئے نسخہ موجودہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

جہاں تک اغلاط کا سوال ہے ان کو علم داں طبقہ درست کر ہی لے گا جہاں تک میرے اختیار میں تھا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اگر کوئی صاحب مجھے اس کی اصلاح سے مطلع فرمائیں تو عین عنایت ہو گی۔ اول تو فارسی جاننے والے ہی اب کہاں؟ مگر جو ہیں اگر ان میں سے کسی ایک ہستی کے پاس بھی میرا نسخہ پہنچ گیا تو انشاءاللہ

میری آرزو پوری ہوگی اور انشاء اللہ اگر آیندہ موقعہ ملا تو اصلاح شدہ نسخہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہوگا۔

حضرت کے ابتدائی مختصر حالات پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں خود فقیر نے حیات دستگیر رح شائع کی ہے جس میں مستند حالات حضرت والد کے مندرج ہیں اس لئے اس جگہ اُن پر روشنی ڈالنا تولا حاصل ہے۔ دیکھنا تو صرف یہ ہے کہ حضرت کو اپنے دور میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں جن کی وجہ سے حضرت کا عزم تبلیغ بڑھتا ہی رہا۔

آپ کا زمانہ ایسا زمانہ تھا جس میں خود مسلمانوں میں افتراق پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے غیر مسلم قوتیں اسلام پر غالب آنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اس دور میں تین قسم کے خیالات عموماً لوگوں میں پائے جاتے تھے۔

۱۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو فلسفہ یونان کو ہی عظیم سمجھتے تھے اور جن کے دل و دماغ اس فلسفہ میں کھوئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں اکثر و بیشتر لوگ فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

۲۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو شریعت مطہرہ کے ظاہری روپ پر مرتا تھا الفاظ کے پیچ و خم سے باہر آنا ان کے لئے کسی صورت جائز نہ تھا۔ بہ الفاظ دیگر یہ وہ گروہ تھا جو الفاظ پر جان دیتا تھا مقصد سے غافل تھا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ آداب شریعت کے ظاہری پہلو سے آگے کوئی تعلیم اسلام میں موجود نہیں یہ وہ لوگ تھے جو اسلام اور اس کی تعلیمات کا دائرہ صرف الفاظ میں محدود کرنا چاہتے تھے جن کو ظاہر پرست خشک مُلّا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

۴- آخری گروہ ان لوگوں کا تھا جو اسلام کی ظاہری تعلیمات کے ساتھ ساتھ باطنی تعلیمات پر بھی یقین رکھتا تھا- اور ان لوگوں کی زندگیاں بھی ان کے معتقدات کا جیتا جاگتا مرقع تھیں- ان لوگوں کا اثر ہمہ گیر ثابت ہوا- ان کے سامنے نہ فلسفہ یونان کا چراغ جلا نہ ظاہر پرستوں کی شمع روشن ہوئی- عامۃ الناس اکثر و بیشتر اس ہی گروہ کے ساتھ ہوئے جو ظاہر و باطن کو سمو کر اسلامی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرتا تھا- ان لوگوں کے معتقدین اس قدر وارفتہ ہوئے کہ زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ اس گروہ کی تعلیم اور ہدایت کو تو بھول گیا اور صرف خوش اعتقادی اور حسن ظن میں گم ہو گیا- نہ صرف یہ بلکہ اسی عمل کو نجات کا ذریعہ سمجھنے لگا-

حضرت شیخ اس دور میں یہ سب کچھ خاموشی سے ملاحظہ فرماتے رہے- مرض بظاہر معمولی تھا مگر اس کے اثرات مہلک اور دیرپا تھے اس لئے آپ نے خوش اعتقادی اور حسن ظن جیسے خطرناک امراض سے لوگوں کو بچانے کے لئے کمر ہمت باندھی- اور اپنی ہر ممکن کوشش کی کہ یہ مرض وبائی نہ ہو جائے- اس سلسلہ میں آپ کے مشہور زمانہ مواعظ نے خاطر خواہ اثر دکھایا- جن میں اسلام اور تصوف کا صحیح تعلق اور مطلب و منشا پیش کیا گیا ہے- جن کو پڑھ کر حساس دلوں میں تڑپ پیدا ہوتی ہے مردہ روحوں میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور تصوف کا صحیح نقشہ سامنے آتا ہے-

سوانح عمریاں تو بہت کثرت سے موجود ہیں خدا توفیق دے اور ذوق بھی ہو تو شطنوفی کی بہجۃ الاسرار پڑھیے- یحیٰ التدنی کی قلائد الجواہر دیکھئے- محمد الدلائی کی نتیجۃ التحقیق ابن حجر کی غبطۃ الناظر- الذھبی کی تاریخ اسلام اور ابن رجب کی شذرات الذہب شیخ سنوسی کی تصنیف کردہ حضرت شیخ کی سوانح پڑھیے- یہ سب لوگ حضرت والا

کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں تو مذکورہ کتابیں موجود ہیں۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا۔ یہ صرف شیخ جیلان کا تصرف تھا کہ سلسلۂ سہروردیہ کا یہ امام علم ظاہری سے ہٹ کر علوم باطنی میں گم ہو کر رہ گیا۔ یہ حسنی اور حسینی سید وہ عظیم المرتبت انسان تھا جس کی زندگی مذہب اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف تھی جس کا مقصد دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فروغ تھا۔ اور یہ ہی ایمانی سر بلندی تھی جس کی وجہ سے آج آٹھ سو برس گذر جانے کے بعد بھی لوگوں کی گردنیں اس کے نام کے لئے ہی ادب سے جھک جاتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

حضرت غوث الثقلین مرکز ولایت ہیں۔ عالم اسلام میں جیسے کوئی عظیم روحانی مرتبہ ملا وہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی توجہ باطنی سے ملا۔

سید نجیب الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

میں نے حضرت عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے زیادہ دین دار۔ زیادہ پرہیزگار، زیادہ سخی اور زیادہ مسکین پرور کسی جماعت کے ارکان کو نہیں دیکھا۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تصانیف عام طور پر چار ہیں۔

(۱) فتوح الغیب ۔ اٹھتر وعظوں کا یہ عدیم النظیر مجموعہ ہے۔

(۲) فتح ربانی ۔ تریسٹھ وعظوں کا دل نشیں مجموعہ۔

(۳) غنیۃ الطالبین۔

(۴) الفیوضات الربانیہ

مذکورہ دونوں کتابیں سالک کے لئے تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے لئے

غیر متر قبہ انھیں ہیں۔

حضرت جب کبھی وعظ فرماتے تھے تو بعض اوقات ستر ستر ہزار شیدائیوں کا مجموعہ ہوتا تھا جو ہمہ تن گوش ہو کر حضرت کے ارشادات کو سنتا تھا اور چار سو کاتب حضرت کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو قلم بند کرتے تھے۔

یہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں۔

غرضکہ یہ عظیم ہستی جب دنیا میں آئی تو وہ خدمت انجام دی جس کا جواب نہ ہو سکا۔ آپ سے پہلے قرآن وسنت کا احترام بس برائے نام تھا۔ نہ تقویٰ تھا نہ طہارت۔ نہ اتباع سنت نفس کی لذتوں کی نذر ہو چکا تھا۔ مکر و فریب بطور ہنر کے مانا جاتا تھا۔ نفس پرستی۔ شراب نوشی۔ زناکاری۔ یہ سب برائیاں طوفانی تیزی سے بڑھ رہی تھیں مگر حضرت شیخ کی ایک توجہ سے اس محفل شیطانی کا رنگ پھیکا کر دیا۔ اور وہ رنگ جمایا جس کو دنیا آج تک نہیں بھولی۔

ان کا یہ دیوان ہے۔ ان کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ ان سے جو چیز منسوب کی گئی ہے وہ بھی بلند ہی ہو اس لئے جو بھی سمجھا جائے خیالات کے اعتبار سے چیز اونچی ہے۔ قابل قدر ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

التماس

حضرت سلطان الاولیاء غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح حیات مستند حوالوں کے ساتھ اس نظریہ سے مرتب کی گئی ہے تاکہ آپ حضور محبوب سبحانی کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے ان کے خیالات متبرکہ سے فائدہ اٹھائیں۔

یہ ظاہری اور معنوی آرائشوں سے مرصع کتاب جس پر حسین گرد پوش ہے مجلد سفید کاغذ پر چھپی ہے۔ کتابی تقطیع ہے۔ نام اس کتاب کا

حیات دستگیرؒ

ہے۔ ہدیہ صرف تین روپے (۳ روپے)

مِلنے کا پتہ

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

ارشادِ محبوب

حضور سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد الفواد شریف کا اُردو ترجمہ انتہائی خوبصورت انداز میں عقیدت کے جذبہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے چھ سو صفحات چکنے کاغذ پر کتابی تقطیع مجلد مع گرد پوش جس پر آستانہ محبوب کا روح پرور عکس ہے۔

ہدیہ صرف تین روپے (۳ روپے)

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

حیات عثمانؓ

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر مگر جامع سوانح حیات۔ جس کا ہر ہر لفظ ایمان و حیا کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ دورِ خلافت کی عظیم الشان داستان جس پر خوبصورت جلد مع گرد پوش ہے۔ کاغذ چکنا۔ کتابت طباعت دیدہ زیب۔ اس کا پڑھنا ثواب اور اس پر توجہ دینا ایمان کی ضمانت ہے۔

ہدیہ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

ضابطۂ شریعت

شمس العلماء مولانا حافظ نذیر احمد دہلوی کی وہ عدیم النظیر تصنیف جو شریعت مطہرہ کا مکمل دستور ہے تین حصوں پر مشتمل ہزار صفحوں سے زائد بڑی تقطیع پر، یہ چکنے کاغذ پر چھپی ہوئی کتاب اس قابل ہے کہ خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

حصہ اول۔ حقوق اللہ پر مشتمل ہے۔

حصہ دوم۔ حقوق العباد پر مشتمل ہے۔

حصہ سوم۔ اخلاق و آداب پر مشتمل ہے

ہدیہ ہر سہ جلد کامل مجلد دس روپے۔

بچّوں کی نماز

نماز فریضہ اسلامی ہے اور سب سے اہم فرض ہے

اس کو پورا کرنا شرط مسلمانی ہے اپنے بچوں کو نماز

کا صحیح طریقہ بتائیے تاکہ بڑے ہو کر وہ اس فرض کو سمجھ

کر اچھی طرح ادا کر کے اپنی دین و دنیا کو بہتر بنائیں۔

مختصر آسان اردو میں نماز کے تمام مسائل دل نشیں

انداز میں انتہائی خوبصورت کتاب مع گرد پوش۔

ہدیہ صرف ایک روپیہ۔

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

اسلامی احکام

بچوں کے لئے یہ کتاب کہانی کی کہانی اور سبق کا سبق

ہے۔ بچوں کی ذہنیت اور فطرت کو سامنے رکھ کر

اسلام کے ابتدائی احکام کی یہ مختصر مگر جامع

تفصیل اپنے بچوں کو پڑھایئے۔ جن کو پڑھ کر وہ پکے

سچے مسلمان بنیں گے۔ خوبصورت کتاب۔

ہدیہ ۶۲ نئے پیسے (۱۰ ار)

ناشر

کتب خانہ نذیریہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

نذر

اپنی اس کوشش کو دربار محبوب سبحانی میں پیش

کرتا ہوں۔ شاید قبول ہو۔

محمد مسلم احمد نظامی ایم اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما
گر بیائے بسرِ تربتِ ویرانۂ ما
بینی از خونِ جگر آب شدہ خانۂ ما
فتنہ انگیز مشو کاکلِ مشکین مکشائی
تابِ زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما
مرغِ باغ ملکوتیم درین دیرِ خراب
می شود نورِ تجلاّئ خدادانۂ ما

با احد در لحد تنگ بگوئیم کہ دوست
آشنائیم تو ئی غیر تو بیگانۂ ما

گر نکیر آید و پرسد کہ بگو ربّ تو کیست
گوئیم آن کس کہ ربود این دلِ دیوانۂ ما

منکرِ نعرۂ ما گو کہ بما عربدہ کرد
تا بہ محشر شنود نعرۂ مستانۂ ما

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بہ دوست
آفرین باد برین ہمتِ مردانۂ ما

مجتبیٰ بر شمع تجلاّی جمالش می سوخت
دوست می گفت زہی ہمتِ مردانۂ ما

ای بلبلِ شوریده دیوانه توئی یا ما
جویائی رخ خوبی جانانه توئی یاما
تو عاشقِ گلزاری من عاشق دیدارم
در درد فراق او مردانه توئی یاما
تو در قفسی و ما در خلوت خود تنها
ای گوشه نشین مستِ دیوانه توئی یاما
در فصل بهارِ وی از عشقِ جمال وی
با نعرهٔ و فریادی مستانه توئی یاما
عشق تو بما بلبل اندر رگ وپی رفته
آن باده کو آن را پیمانه توئی یاما
تو چون گل و ما جز دوست چیزی چونمی بینم
از غیر حبیب خویش بیگانه توئی یاما
تو زخم خوری از خار مارا بکشد بر دار
آبا بزبان خلق افسانه توئی یاما

تو عاشق و ما عاشقِ دم درکش و حاضر باش
ورنہ بخدا امروز در خانہ توئی یا ما
گویند کہ گنجی ہست اندر دلِ ہر سرمست
از بہرِ چنین گنجی دیوانہ توئی یا ما
محیی بگلستان شد با بلبل نالان گفت
کای بلبل نالندہ جانانہ توئی یا ما

در غمِ عشقِ تو زان بگذشت کارِ دل مرا
کز وفایت کم شود یک لحظه کارِ دل مرا

فارغم از گشت گلشن کز غمِ تو هر زمان
بشگفد صد گونه گل از خارِ خارِ دل مرا

بر دلم باری حوالت کن غم و اندوهِ خود
چون توان کردن که کردی غمگسارِ دل مرا

ماهیٔ کو بر کنار افتد ز دریا چون بود
هم چنان باشد بلا دوری از کنارِ دل مرا

آن که روزم شد سیه باشد ز بے صبریٔ دل
تیره تر یا دارد روزم روزگارِ دل مرا

باز آمد روزِ هجران ناله کن بارے ز دل
چون تو بودی و فراق یارِ یارِ دل مرا

چند چون یحییٰ کشد دل در رهِ تو انتظار
سوخت هم چون سایه بر رہ انتظارِ دل مرا

گر نداری آرزوی وصل جانان جان مرا
زندگی بگذاشتی بی او غم هجران مرا
سرو من آغشته در اشکِ جگرگون من ست
فارغم گر باغبان نگذاشت در بستان مرا
نیست فرقی درمیان شخص من تا سایه ام
بس که در آتش فگنده این دلِ سوزان مرا
حالِ من چون پیر کنعان شد کنون چون بنیت
بس که آمد سیلِ اشک از دیدهٔ گریان مرا
جامهٔ جان چاک شد در وادیِ عشق و هنوز
هر طرف صد خارِ غم بگرفته در دامان مرا
هم چو من یارب که کردی بی نصیب از وصل یار
ای که دور انداختی از صحبت جانان مرا
این که با مردم مدارا می کنم از بهر تست
ورنه کی پروا بود از قول بدگویان مرا
خانهٔ من گلخن و فرش من از خاکستر است
تا که چون مجنون بخوابی بی سر و سامان مرا

بارِ دگر صبحِ سعادت دمید
زان کہ صباح است کنون شامِ ما

زان مئ قتال کہ دارد خدا
از دل شب ریختہ در جامِ ما

باز مئ عشق بسے خوردہ ایم
تا چہ شود خواجہ سرانجامِ ما

ہیچ بلا نام زدِ خلق نیست
تا سرِ دفتر نہ بود نامِ ما

از دل ہر روزہ ما بشنوند
زمزمۂ عشق دلارامِ ما

تا ابد ای دوست حلاوت دہد
چاشنئِ دردِ تو در کامِ ما

عاشقِ دیوانہ و مستیم از ان
درد پیاپے رسد انعامِ ما

از شررِ مشعلۂ عشق دوست
سوختہ شد ظاہرِ اسلامِ ما
خوارئ خلقان جہان می کشم
تا بہ کرم حق کند اکرامِ ما
محیی بہ محبوب نظر کرد و گفت
بازہ بر آمد قمر از بامِ ما

من هم چو آذر از برون بت می تراشم روز و شب
وز اندرون هم چون خلیل الله گویم این عجب
در بتکده با این بتان با آن که هستم همعنان
نورِ خدا بینم عیان حیران او یم روز و شب
بشنو تو ہاؤ ہوئی من بنگر تو رنگ و بوئی من
بشگاف یک یک موئی من بین تو دوی روز و شب
آن سرو بالا کیست آن کز وصف او لال ست زبان
در عشق او دیوانہ شد ہم ترک و تاجیک و عرب
ہر گہ کہ سلطانِ جہان خواہد کہ بیند روئے خود
از لولیان مملکت آئینہ می دارد طلب
وقت تجلّیٔ خدا در رقص آمد کوہ طور
اندر دل سنگین سنگ از بس کہ پیدا شد طرب
در محفل جنت بنو حق می دہد جام طہور
نی بادہ دارد رنگ و بو نی جام دارد کیف لب

من عاشق خود خواندمت نزدیک خود بنشاندمت
جز فضل بے پایان من این را ندانی تو سبب

اشتر که بینی مست شد بردارد از ره جسم خود
وز غایت مستی برد سر در سوِ کوه و حطب

او معصیت را از کرم طاعت کند در روز حشر
رحمت کند بر عاصئ کو شد سزاوارِ غضب

آن یوسف کنعان عجب گر نیست در بازار مصر
کین جملۂ بازاریان دارند فریاد و شغب

محیی چراغ روشن است اندر دلت از نورِ حق
نی کوکب در دے ست چون این دل زقندیل حلب

بندۂ گر بنگ خوردی در شراب
توبہ کن آمرزمت بی پیچ و تاب

گر خطا کردی بگو بد کردہ ام
تا کنم جملہ خطارا من ثواب

کی حسابِ آن گدا کرد است شاہ
گو خورد در مطبخِ شہ نان و آب

بندۂ مائی و اندر شرع ما
بندہ ہرچہ کرد بر خواجہ ست خواب

خصم دامن گیر را راضی کنم
روز حشر از تو دہم بر او ثواب

در دل شب تا کہ گوئی ای خدا
من ترا بیدار می سازم ز خواب

چون ترا سلطان گرفت اندر پناہ
غم مخور از ہیچ ملکِ از انقلاب

ما ترا از بس کہ می داریم دوست
دارمت از عشق خود دایم خراب
از عذابم چند ترسائی بگوئی
دوست ہرگز دوست را کردہ عذاب
تا کہ حُسن و ناز با ماکم کنے
گاہ گاہے می کنم بر تو عتاب
وقف روی تست این دیدارِ من
وقف ذرّہ کردہ ام من آفتاب
تو ز دوزخ ترسی و دوزخ ز من
پس مکن از ترس دوزخ اضطراب
در جہنّم گر روی من گویمش
تا ز تو نی بیخ سوز دنی کباب
من کنم آمین دعا ہائی ترا
من دعا ہائی تو سازم مستجاب
مجبیؔ را آن دم کہ آمر زیدہ ام
ہیچ موجودی نبود از ہیچ باب

جمعہ نوروز خادا

از جمالِ لایزالی بر نداری گر نقاب
عاشقانِ لاابالی را بماند دل کباب

صد جنت گر بود بی دوست در قعرِ جحیم
خیمہ ہائے عاشقان بینی طناب اندر طناب

قاصرات الطرف عین باشند حوران بہشت
ہر کہ شد کوتہ نظر گو سوئی ایشان می شتاب

عاشقان نے حور خواہند نے بہشت از بہر آن
فارغ انداز کتخدائی خانمان کردہ خراب

پردۂ محشر بدرند عاشقان چون از لحد
سر بر آرند با دلِ پر آتش و چشمِ پُر آب

با دل مجروح می گویند و می گویند کو
آن کہ کردہ وعدۂ دیدار خود روز حساب

بے تماشائی جمالت محیی گوید روز حشر
در صفِ بیگانگان یا لیتنی کنت تراب

گر تماشای جمال حق نباشد در بهشت
بر کنند مستان حضرت قصرہا را خشت خشت

حق تعالیٰ چون دہد بر بندگان جامِ طهور
کاسہ بستانیم و با آن کاسہ دہ خوانیم ہشت

بر درختِ دل امید وصل تو کردیم وصل
در دو عالم غیر ازین ما را نباشد ہیچ کشت

یکسر موئی نباشد خالی از سودائے دوست
در سر این سود است ما را تا نباشد سرنوشت

آن کہ شد سر رشتۂ بختِ ہمہ در قبلہ اش
تا گلیم بخت ما را از کدامی نیک و زشت

تا نہ بینم دوست را این حُلّہ پوشم سیاہ
از میانِ حلہائے رنگ رنگ اندر بہشت

از سجود بُت مرا کافر مگو دیوانہ ام
سجدہ می کردم ندانستم کہ کعبہ ست یا کنشت

چون رود از پیش چشم عاشقان مجنون دوست
زان که از لایعقلی مجنون نداند خوب و زشت
کے مشام جان مشتاقان معطر می شود
گر نباشد بوئ او در جنت عنبر سرشت
محیی می گفت آهِ من چاره چه سازم چه کنم
دل برفته در بلائ عشق او جان را بهشت

سی صد و شصت نظر را بتہ بندۂ ماست
بندہ را مرتبہ بنگر ز کجا تا بہ کجاست
بے وفائی مکن و از درِ ما دور مرد
زان کہ ما را ز ازل تا با بد با تو صفاست
روئے ناشستۂ چرکین شدہ از چرک گناہ
آب گرمی کہ از و شستہ شود رحمت ماست
ہم بدستِ تو دہم نامۂ تو روزِ حساب
تا نداند کسِ دیگر کہ درین نامہ چہاست
یک نکوئی ترا دہ بد ہم در دنیا
باز در آخرت آن ہفصد و ہفتاد تراست
گر بدی از تو بر آید بہ کرم عفو کنم
این چنین لطف و کرم غیرِ من بندہ کراست
نار دوزخ چہ کند با تو چرا ترسی از و
ظاہر و باطن تو چون ہمہ از نورِ خداست

هرچه خواهی بطلب تو زمن و شرم مدار
بر من اے بندہ اجابت بود و بر تو دعاست
تو زمن ہیزم و شیر و نمک و دیگ بخواہ
من وکیلِ تو ام از من بطلب ہر چہ سزاست
من عطا کردہ ام ایمان عطا کردۂ خویش
کی ستانم زگدای کہ بر او صدقہ رواست
با تو ام من ہمہ جا ترس تو از شیطان چیست
چون پناہت منم ابلیس بیا کو کہ صلاست
بیوفائی ہمہ از جانب تست ای محجبیؔ
ورنہ از ما کہ خدائیم ہمہ مہر و وفاست

تا شستہ نزار ویت نی آب نزانی دست
نی ہیچ کسی جز حق نشو نندہ رویت ہست
جام مئی عشق حق در کش تو اگر مردے
تا مست خدا میری در گور روے سرمست
ہر صوفی وصافی کو بوداست ریاضت کش
او زلۂ مردانہ از خوان جہان بربست
یوسف کہ برادر را بدنامی دزدی داد
در خلوتِ خاصِ خود با او چہ سبب بنشست
بر بستہ دگر باشد بر رستہ دگر ای دوست
بر رستہ کسی باشد کو دوست بدو پیوست
تا عقل مصاحب شد با دل غم و محنت دید
ہم صحبتِ عشقش شد و از جملۂ غم وارست
سر تا بقدم محیی پیوستہ جراحت ہست
چون درہمہ عمر او را یک روز نہ بند دست

عمل من ہمہ عمر از چہ خطا افتاد است
چہ غمت چون سر و کارم بخدا افتاد است
بچنین دست تہی وصل خدا می طلبم
تو بمن گو کہ چنین کار کرا افتاد است
خجلم تا بقیامت چہ بگویم ہیہات
کہ میان من و تو دوست جدا افتاد است
نظرم جز بہ کمال کرم حق نہ بود
ہمہ کارم ہمہ عمر از چہ خطا افتاد است
تو بہ من لطف و کرم کردہ کہ تنہائی دوست
کرمت بخشش ہمہ کس ہمہ جا افتاد است
نظری کن بعنایت تو درین آخر عمر
سوی این بندہ کہ در عین بلا افتاد است
بہ من از خوف مگو تو مکن دمبدم
کہ از و بخشش گنہگار رجا افتاد است

به تو در کنج لحد گفت خدا از سرِ لطف
که بگو روی به تو خاک چرا افتاد است
بر زمینِ دلِ هر کس بنشاند تخمے
بزمینِ دلِ ما تخمِ وفا افتاد است
بخدا در نظرِ محیی تو پیوسته دلت
طالبِ فقر و محبت فقرا افتاد است

گنه کردی بگو کردیم ای دوست
که بعد از کار بد این توبه نیکوست
گنه کردن اگرچه خوی تو گشت
ولے عفوِ گناهت هم مرا خوست
تو شب بر خاک رومی مال می نال
که آن نالیدنت داریم ما دوست
نفس های گنه گاران تائب
مرا خوشبوی تر از مشک خوشبوست
چو فضل ماست پشتیبانت ای پیر
چه غم داری اگر پشتِ تو دوتوست
کسے کز وی بتر نبود بعالم
مرا لاتقنطوا در بارهٔ اوست
به نعمت های جنت پروری مغز
ترا بر استخوان گر خشک شد پوست

چو رحمان برتو نیکو ہست غم نیست
اگر شیطان بدست و یا تو بدخوست
نمیرد ماہیٔ دل محبیؔ ہرگز
زلالِ رحمتِ حق تا درین جوست

پیروی شیطان بیکباره کند بس بیره است
پوستین دادن بگاذر کارمردی ابله است
گرچه شیطان زعفران بسیار می دارد بملک
کی بریزد بیش حیوانی که قوت او که است
در صباح آن مرد داروخورده باشد باگله
تو بناهت در نماز شام پس کے آگه است
آن توئی اندر جوانی کلّهٔ خشک از غرور
وقت پیری خود خزف گشتی وشپتِ دونه ست
کردی از مُردن فراموشی کنی دایم گناه
یاد مُردن توبه کردن در دل تو گه گه است
گفته اند کردی ومردی نیستی مردِ خدا
در رهِ دین گرد گردد هرکه او مردِ ره ست
در درون گرناله زاراست از برون نقش ونگار
لایق این گرسنه می دان که سرکه باگه است

شاه در خرگاه باشد تا بود خرگاهِ شاه
ور خری باشد دران خرگاه نبود خرگه است
مومنِ صادق چو از سر پوست می آید برون
وان منافق پیشه مانندِ پیازِ تہ نہ است
محیٓی ہر کس در جہان کرداست کاری اختیار
کارِ درویشان بدرگاهِ خدا شئین اللہ است

آه دردآلود مردم جان جانہا را بسوخت
سینۂ مجروح ہر مجنون وشیدا را بسوخت
در جگرہای کباب این آہ من زد آتشے
آہ ازین آہی جگر سوزی کہ دلہا را بسوخت
با مدرّس گفتم از سوزِ دلِ خود شمۂ
آتشے در جانش افتادہ سر و پا را بسوخت
پیشِ یوسف گر رسی روزی بگوئی اے عزیز
آتشِ عشقِ تو سر تا پا زلیخا را بسوخت
نو بہاران اشک ریزان جانبِ صحرا شدم
آہ گرمم سبزہ ہای کوہ وصحرا را بسوخت
محیی ندانست کان یاران بغفلت می روند
خرقۂ و تسبیح و مسواک و مُصلّا را بسوخت

باتو ای عاصی مرا صلح است هرگز جنگ نیست
زان که غیر از غم ترا اندر دل دل تنگ نیست

روی زردِ خود بما کن زان که بر درگاهِ ما
هیچ روی به زروی زعفرانی رنگ نیست

در دلِ شب ها رسن در گردن افگن توبه کن
بنده را پیش خدا از توبه کردن ننگ نیست

گر شراب و بنگ خوردی توبه کن الله گو
یاد ما کن چون دهانت پر شراب و بنگ نیست

ما بدیها را به نیکوئی بدل خواهیم ساخت
کار ما با بندگانِ بد بجز این رنگ نیست

در دلِ سنگین بدکاران امیدِ فضل ماست
جای جوهرهای سنگین جز میانِ سنگ نیست

عاصیان دارند نظر بر ما و ما بر عاصیان
ما چو کردیم آشتی کس را مجالِ جنگ نیست

پشۂ لنگی کہ بارِ او گران افتادہ است
می رود افتان و خیزان گرچہ بیش آہنگ نیست
نیک مردانِ جہان گر چنگ در طاعت زنند
محییؔ مفلس ترا جز فضل حق در چنگ نیست

پای دل در کوی عشقت تا بزانو در گل است
همتی دارید با من زان که کارِ مشکل است
من ندانم کین دل دیوانه را مقصود چیست
گو همیشه سوی سرگردانی من مایل است
فیل محمودی فرو ماند اگر بیند بخواب
بارِ سنگینی که از دردِ تو ما را بر دل است
ای دل آواره آخر چند مے گوئی بگو
اندران کوئی که پای صد هزاران در گل است
همدمم آهست محرم غم ز ایامِ شباب
وقت عیش و نوجوانی و چه خوش ما حاصل است
خود بخود گویم سخنها چون بگریم زار زار
محرم راز غریبان لابد اشک سائل است
مجبی با این زندگانی گر گمان داری که تو
راه حق رفتی یقین میدان که فکر باطل است

گفتا کئی تو با ما گفتم کمین غلامت
گفتا مگر تو مستی گفتم ملے زجامت

گفتا چہ پیشہ داری گفتم کہ عشقبازی
گفتا کہ حالتت چیست گفتم غم و ملامت

گفتا کہ چیست حالت گفتم کہ حال شاکر
گفتا کجا فتادی گفتم میانِ دامت

گفتا ز من چہ خواہی گفتم کہ درد بیحد
گفتا کہ درد تا کی گفتم کہ تا قیامت

گفتا چہ مے پرستی گفتم جمال رویت
گفتا چہ داری با من گفتم بسی ندامت

گفتا چگونہ بی من گفتم کہ نیم بسمل
گفتا چہ چیز داری گفتم ہمہ غرامت

گفتا چرا گذاری گفتم ز بیم ہجرت
گفتا کہ با کہ سازی گفتم بیک سلامت

گفتا کہ کیست مجنیؐ گفتم ہمان کہ دانے
گفتا نشان چہ داری گفتم کہ صد علامت

غم مخوری که عاقبت جای تو صدرِ جنت ست
روی دلِ تو تا ابد سوی رضای حضرت ست
غم مخوری که مرغِ جان چون ز تنت همی پرد
منزلِ آشیان او مقصدِ صدقِ نیت ست
غم مخوری که این تنت چون بلحد فرو رود
خاک تنِ تو تا حشر غرقه بآبِ رحمت ست
غم مخوری که حق ترا از همه خلق برگزید
این ز جمالِ لطف اوست نه ز کمال خدمت ست
غم مخوری که روز و شب سی صد و شصت لطفِ حق
در تو نظر همی کند این همه از محبت ست
غم مخوری که هر کجا تو که توئی خدای تست
در طلب خدا ترا بنده بگو چه زحمت ست
غم مخوری که عشق خود با گل تو بهم سرشت
عشقِ خدای تو بتو همدمِ وصل خلقت ست

غم مخوری که با تو هست آن دگری بغیر تو
او نه تو هست و تو نه او گفتن او بر خصت ست
غم مخوری که بے شراب مست و خراب گشتهٔ
محتسبان شهر را گو که شراب جنت ست
غم مخوری که حق ترا بندهٔ خویش خوانده است
بندگی خدا ترا امجی نشان دولت است

مئ صافی طلب جانان کہ دردی کش گران خوار است
تو از ساقی نشانی گو کہ این جا هست بسیار است
ازین سودائے عشق آخر سرت برباد خواهی داد
سرت چون می رود خواجہ چہ جائ فکر دستار است
زر کیسہ ترا نقدی برون می باید آوردن
چنین کار آید از دزدی سبکدستی کہ طرار است
در دکان هر مردی منادی کرد شب گردی
کہ شب غافل مشو خواجہ عسس بادزد هم یار است
چو سلطان یار دزدان شد بشارت دہ تو دزدان را
نہ دست و پائ می برند نی زندان و نی دار است
بشارت داد آن سلطان مترسید اے تهی دستان
کہ گنج رحمت رحمان نثار هر گنهگار است
شب اندر خود کہ چون سلطان بجاسوسے همی گردد
کسی واقف شود زین سر کہ او شب گرد عیار است

بمحشر چون شوی حاضر گناهانت بود ظاهر
بترسی زان تو ای عاصی خداوندِ تو ستار است
چرا ای بندهٔ غمگین چو از لطف و کرم آخر
ترا با عیب هائے تو خدائی تو خریدار است
خدائی گو بد ای بنده من آن سلطان بالطفم
که بر درگاه من هر که می آئی ترا یار است
برخ گر زرد شد عاشق نه یرقان باشد و نی دق
طبیبِ عاشقان داند که از بهر چه بیمار است
شرابِ عشق چندان خور که سر از پای نشناسے
که سر مستانِ حضرت را نه هشیاری بسی عار است
شتر چون مست می گردد دهانش از علف بندد
اگر مستِ خدائی تو چرا حرصِ تو باخار است
اگر مستی تو پا کوبان همی بری ببابان را
اگر هشیار می ترسی که راه کعبه پُر خار است

ترا یک حج بود سالی ولی در کوی یارِ ما
گذارد هر زمان حجی کسی کو عاشقِ زار است
طوافِ کعبه کن حاجی مرا بگذار در کویش
که حجِ اکبر عاشق طوافِ کوئی دلدار است
شهیدان را نمی شویند شهیدِ دون مشو مجبیٰ
که اندر مذهبِ رندان کسی کو مرد مُردار است

هرچه از سنگین دلان بر جان ما آید خوش است
گر وفا آید خوش و گر هم جفا آید خوش است
بشنوم تا چند بوی گل ز بادِ صبح دم
بوی او گر همرهِ بادِ صبا آید خوش است
راضیم از هرچه پیش آید بدردِ عشق تو
گر همه بر جان من درد و بلا آید خوش است
روز ابر این چنین داری چو سر در کاسهٔ
گر بجای قطره ها سنگ از هوا آید خوش است
عشق زیبا می نماید مجیبیؔ هر کس را که هست
بوی گل گر زان که از بادِ صبا آید خوش است

آن که آتش افگند در خلق جانانِ من ست
وان که می سوزد ازان در دلش همین جانِ من ست

تا شدم دیوانه پیشم قصرِ شه ویرانه است
کاسمانِ فیروزهٔ از شاخ ایوانِ من ست

عشق ورزیدم نهان ای وای بر من کین زمان
نقلِ هر مجلس حدیثِ عشقِ پنهانِ من ست

گر فلک خواهد که سازد خانهٔ مردم خراب
گو مکش زحمت که کاری چشمِ گریانِ من ست

انچه دردم بگذرد باشد شبی وصلِ حبیب
وانچه پایانی ندارد روزِ هجرانِ من ست

مردِ محیی و سیه پوشید بهرِ ماتمش
هر کجا ورقی بود اوراقِ دیوانِ من ست

یارب آن ساعت که خلق از ما نیارد هیچ یاد
رحمتِ خود کن قرین ما الی یوم التناد
نامهٔ نیکان شده پُر طاعت آیا چون کنم
نامهائے ما بدان چیزی ندارد جز سواد
این چنین کالائ پُر عیبی که گرد در دِ ماست
گر نبودش روز بازارش بنامت جز کساد
عبد شد عبدی بر حمت ده خداوندا بما
ور تو ندهی از که جو ید بندگان نامراد
رد مکن یارب تو ما را چون ببازار الست
عیب هائ ما همه دیدی و کردی بامراد
شب رسن در گردن اندازم بگریم زار زار
از غمِ عمرے عزیزِ خود که بر دادم بباد
این و آن از بس که بے او زندگانی می کنم
وقت مردن جان نمی دانیم چون خواهیم داد

آه زان ساعت که عزرائیل قصدِ جان کند
جان شیرین را بباید داد و لب نتوان کشاد

تا دمِ آخر چه خواهد کرد با ما آه آه
ای خوشا وقتی کسے کز مادرش هرگز نزاد

نامه می خوانند و می گفتند کراماً کاتبین
در جمیع عمر این بنده نیامد حرف یاد

پیش تابوتم منادے کن بگو این بنده ایست
کو گنه بسیار کرده بر خدا کرد اعتماد

یارب آن کس را بیامرزی که بعد از مرگ ما
روح ما را او به تکبیرے کند گه گاه یاد

گر بخاکم بگذری یا بگذرم بر خاطرت
این دعا می کن که یارب گور او پر نور باد

رحم خواهد کرد بر من خواهد آمرزیدنم
روی زردِ خود چو بر خاکِ لحد خواهم نهاد

محیی گرچه بس بدی کرده ندارد نیکیی
لیک می دارد بجان در حق نیکان اعتماد

تا ابد یارب ز تو من لطفها دارم امید
از تو گر امید برم از کجا دارم امید

زیستم عمر بسی چون دشمنان دشمن نگیر
بیوفائی کرده ام از تو وفا دارم امید

هم فقیرم هم غریبم بیکس و بیمار و زار
یک قدح زان شربت دار الشفا دارم امید

ناامیدم از خود و ز جملهٔ خلق جهان
از همه نومیدم اما از تو می دارم امید

منتهائی کار تو دایم که آمرزیدن است
زان که من از رحمت بی منتها دارم امید

هر کسی امید دارد از خدا و جز خدا
لیک عمری شد که از تو من ز دارم امید

هم تو دیدی من چها کردم تو پوشیدی ز لطف
هم تو می دانی که از تو من چها دارم امید

ذرّه ذرّه چون خدا گرداندم خاکِ لحد
بهر هر ذرّه ز تو فضل خدا دارم امید
هم بارم بد گفته ام بد مانده ام بد کرده ام
با وجودِ این خطاها من عطا دارم امید
روشنی چشم من از گریه کم شد ای حبیب
این زمان از خاک کویت توتیا دارم امید
محیی می گوید که خونِ من حبیبِ من بریخت
بعد ازین کشتن از و من لطفها دارم امید

از سر تا پا تن من گر همه اندوه و غم باشد
هنوز از این چنین دردی که دارم از تو کم باشد

چگونه سر بسائی بر فلک کز غایتِ عزت
بهر جا پا نهی سرها نزا زیرِ قدم باشد

غنیمت دان حضورِ درد و غم اے دل که دوران را
وفائ نیست چندانی و صحبت مغتنم باشد

خوش است از خوبرویان گه جفا گاهی وفا لیکن
ز من مهر و وفا از تو همه جور و جفا باشد

دمِ آب از سفال سگ بگوئ یار نوشیدن
مرا خوشتر بود زان باده کان در جام جم باشد

خلاصی گر ز هستی بایدت عاشق شوا می مجبی
که اول گام در عشقِ پریرویان عدم باشد

تعالی اللہ چہ حسنت این کہ چون برقع براندازد
اگر باشد دل از آہن کہ ہم چون موم بگدازد
ہمہ خوبان بحُسن خویش می نازند و ماہِ من
چنان باشد کہ حُسن او بروی خوب می نازد
بود رسم پریرویان کہ بادیوانگان نازند
شدم دیوانۂ آن تندخو با من نمے نازد
مکن اے مدعی عیبم اگر نالم جُدا از یار
کہ من در ہجر می سازم ولیکن دل نمی سازد
کجا پروا کند محیی کہ در عالم بود عارے
چنان مشغولِ یار است او کہ با خود ہم نپروازد

کسے کو یار خود دارد چرا بر دیگری بیند
خرامش باد عشق آن کس گہے ہم بر دیگری بیند
ازین آتش کہ من دارم ز شوق او عجب نبود
کہ آن مہ چون ببالین آیدم خاکستری بیند
ہمہ عالم ز تاب مہر سوزندہ شدہ عمرے
کہ مہر از رشک تو سوزد کہ از خود بہتری بیند
اگر عاشق ز دل نالد ز گریہ نیست پروایش
اگر بر جائے ہر مو بر تن خود نشتری بیند
نگرد آن نامسلمان ہیچ گہ رحمی و می دانم
کہ بر تمن سوزندش دل گر سوئے من کافری بیند
خوش آن ساعت کہ در کوئے بتان محیی رود سرخوش
بدستے شیشہ در دستے پر از می ساغری بیند

من نمی گویم که جور روزگارم می کشد
طعنهٔ بدخواه زبی رحمی یارم می کشد
دور از و بی طاقتی باشد که روزی چند بار
محنتِ دوری و داغ انتظارم می کشد
من نهانی عشق می ورزم با و آن تندخو
از برای عبرتی خلق آشکارم می کشد
گر روم در کوچهٔ بازیچهٔ طفلان شوم
ور نشینم گوشهٔ فکرِ تو زارم می کشد
شب گذارم در خیالت روزگارم چون شود
روز فکرِ م نالهٔ شب های تارم می کشد
شوق دیدارت مرا می کشت زین پیش کنون
آرزوی بوسه امیدِ کنارم می کشد
می کشد زحمت طبیبی غافل است از این که او
هم چو محبتی سوزش جان فگارم می کشد

روزنی جز زخم تیرش در سرای تن مباد
غیر داغ حسرتش تا بامِ آن روزن مباد

عاشقِ روی بتان یارب مبادا هیچ کس
ور کسی عاشق شود یارا این بتانِ من مباد

کرده از تیغِ جفا هر لحظه چاکی در دلم
آن که از خار بتش هرگز چاک در دامن مباد

جنتِ عاشق چو باشد بعد مردن کوی یار
مرغ جانم را جز آن دیوار و در مسکن مباد

مهر و مه را روشنی از پرتو رخسار تست
بی رخت هرگز چراغ مهر و مه روشن مباد

آرزو دارم که در عشقت تنِ بیمار من
خالی از افغان و زاری فارغ از شیون مباد

تاج شاهی چون شود با خاک یکسان عاقبت
افسر مجنون بجز خاکسترِ گلخن مباد

شاخ گل از نازکی یار یادم می دهد
برگ گل زان گل رخ رخسار یادم می دهد
چون روم در کوه تا از یاد او فارغ شوم
می خرامد کبک زان رفتار یادم می دهد
هر کجا بینم گلے با خار می سوزم که آن
همدمی یار با اغیار یادم می دهد
داستان تیشۂ فرهاد و کوه بے ستون
خار خار سینۂ افگار یادم می دهد
چون روم در گلستان کز خویش آسایم و می
بانگ بلبل نالهای زار یادم می دهد
رسته بودم از جفائیش وه که جور روزگار
باز خونریزی آن خونخوار یادم می دهد
جان شیرین سوزدم چون شعر محیی بشنوم
زان که شیرینی آن گفتار یادم می دهد

نمی دانم که او تا کی پیِ آزار خواهد شد
نگویید این ولی آخر ازو بیزار خواهد شد
بدین خو چند روزی گر بماند از جفای او
تنم بیمار خواهد گشت و جان افگار خواهد شد
بخواب مرگ شد بخت من و گویند یارانم
که تو فریاد و افغان کن که او بیدار خواهد شد
مکُن بهرِ خدا عزمِ گلستان با چنین روئے
که دانم باغبان شرمنده از گلزار خواهد شد
میفشان دست چندی در سماع ای سروِ نازِ من
که هوش از جان من از دست دست افکار خواهد شد
چگویم شرح جورِ یار و دردِ خویش با مردم
که بی تسکین مرا گویند با تو یار خواهد شد
زانده دل و چاک جگر تا کی بر د مجبے
که این عشق ست و این ها هر زمان بسیار خواهد شد

مرا کشتی و گوئی خاک این بر باد باید کرد
چرا بر دردمندی این همه بیداد باید کرد

همه کس از تو دل شاد ند غیر از من که غمگینم
نمی گوئی دل این هم زمانی شاد باید کرد

شدم پیر از غمِ تو گر جوانی بر دهم گر جان
نه آخر بندهٔ پیری پسر آزاد باید کرد

حکایت های حسنِ او بغیر از من نباید گفت
حدیثِ شیوهٔ شیرین بر فرهاد باید کرد

چه عمر است این که در شب ها بود هر کس بخواب خوشِ
مرا تا روز از دستِ غمت فریاد باید کرد

بنای زندگی حیف ست کاخرمی شود ویران
چنین کارِ نکو بهر چه بے بنیاد باید کرد

مزن محیی بسے لاف از سخن چندان که جای هست
تو شاگردی هنوزت خدمتِ اوستاد باید کرد

دلِ ناشاد من شاید که روزی شادمان گردد
ولی مشکل که آن نامهرِ هرگز مهربان گردد

مرا گو شادی در دل رسد ناگه بدان ماند
که در شهری غریبی آمده و بی خانمان گردد

چنین کامروز زنان بدخو بلا انگیز می بینم
عجب نبود که روزی فتنهٔ آخر زمان گردد

گر این بارِ دل من آسمان خواهد که بردارد
نجنبد هیچ گه از جای چون من ناتوان گردد

بر آن بودم که دل را مرهمی بهبود خواهد شد
چه دانستم که جانم را بلای ناگهان گردد

اگر جامی جدا از لعلِ می گونِ تو می نوشم
همانجا خون شود در چشم خونریزم روان گردد

غمِ مجبی بخود زان بیش کز سودای زلفِ تو
بر آرد سر بشیدائی و رسوائی جهان گردد

نویدم میرسد هردم که اینک یار می آید
روم از جا اگر دانم که او دشوار می آید
خدایا یک نفس بلبل رهاکن ماجرا بامن
که هر و گلعذار من سوی گلزار می آید
سرم کردی جدا از تن ولیکن هم چنان باشد
فغان از سینه اشک از دیدهٔ خونبار می آید
بروز غربت از خواری بده آن آرزو بامن
که چون آن یاد می آید از هم عار می آید
شوم بے طاقت ار گاهی نهم سر بر سر زانو
بگویندم بس که فریادِ دل افگار می آید
هنوز اندک بود گر چاک سازم سینهٔ خود را
چنین کز عشق آن بدخواه غم بسیار می آید
مسلمانان دل ودین را نگهدارید چون گہیے
که می گویند باز آن دلبر عیار مے آید

وقت مستی بلبلان آمد
گوئیا گل به بوستان آمد
بلبل آنجا خموش و حاضر باش
بشنو این سر که در میان آمد
مجلسِ عاشقانِ مست خدا
سرخوش این جا نمی توان آمد
عاشقِ و رنگ و بوئ ای بلبل
پائ گل جائ نوازان آمد
ما که سرمست صبغة الله ایم
جائے ما باغِ لامکان آمد
چشمِ تو بر گلِ جہان و مرا
دیده بر خالقِ جہان آمد
رو که بازارے و به آزاری
جائ بازاریان دکان آمد

باش تا من بنالم ای بلبل
کاین همه خلق در فغان آمد
دم مزن پیش ما که نالهٔ تست
نالهٔ کز سر زبان آمد
نالهٔ ما شنو که پر درد ست
گو بسوز از میان بمان آمد
عاشقان در جهان نمی گنجند
این قفس چون نزامکان آمد
عشقِ تو با گل ست روزی چند
عشقِ ما عشقِ جاودان آمد
خانمان آب و گل بجو دز اری
این روش راه نازکان آمد
محبی آثارِ قدرتِ حق دید
چون بهار آمد و خزان آمد

اے قصرِ رسالت از تو معمور
منشورِ لطافت از تو مشہور

خدام ترا غلام گشتہ
کیخسرو و کیقباد و فغفور

در جملہ کائنات گویند
صلوات تو تا دمیدنِ صور

معراجِ تو تا بقاب قوسین
جبرئیل برہ بماند از دور

ہم حلقہ بگوش تست غلمان
ہم بندۂ کمترین تو حور

بنوشتہ خدائے پیش از آدم
از بہرِ رسالتِ تو منشور

از ہیبتِ غیرتِ تو موسیٰ
دیدار خدا ندید بر طور

روشن ز وجود تست کونین
اے ظاہر و باطنت ہمہ نور
اے سیدِ انبیائی مرسل
وے سرورِ اولیائی مستور
گل از عرقِ تو یافتہ بوئ
شد شہد در اندرون زنبور
ہر کس بجہاں گناہگار ست
گشتہ بشفاعتِ تو مغفور
محیی ز غلامئ تو زد لاف
از راہ کرم بدار معذور

گر نخواہد بود اندر صد رجنت وصلِ یار
قعر دوزخ عاشقان خواہند کردن اختیار
حورِ عین ہر چند می دارد جمالِ باکمال
نو برابر با تجلّیٔ جمالِ حق مدار
عابدان نظارہ نتوان کرد یک حورِ بہشت
گر بدارد عاشقانِ مست را در انتظار
جام مالا مال در دہ الخُد اخمر طہور
اندرو نی لغو باشد نی صداع و نی خمار
گر بیفتد در جہنم یک تجلّیٔ جمال
بشگفد گلہای رنگارنگ در وی صد ہزار
روی زردِ عاشقان رنگین کند در روزِ حشر
تخت زرین بہشت و خانہاے زرنگار
سایۂ طوبےٰ و جنّت حوضِ کوثر را کجاست
از حلاوتہا کہ باشد در وصالِ کردگار

اندران خلوت کہ آنجا رہ نیابد جبرئیل
می رود از فارس سلمان و بلال از زنگبار

تن بنعمت ہائے جنت می شود پرورده لیک
جان بیابد پرورش از دیدن پروردگار

گر برانگیزی زخاک گور و بنمائی جمال
خلق مسکین را ز گریہ دیدہا گردد غبار

وعدۂ دیدار گر در قعر دوزخ می کنی
می کشد در چشم آتش را خلایق سرمہ وار

مجیبی گر دیدار رحمت بایدت از عز و جل
دامن مردان بگیر و صبر کن تار و زبار

دوست می گوید که ای عاشق اگر داری صبور
از فراقِ ما منال و صبر کن تا نفخ صور
اندران مجلس که بیند خلق دیدارِ خدا
از جگرهای کبابِ عاشقان باشد بخور
آن که از خوابِ خوشت بیدار می سازد منم
چون بگوئی تو گناهانم بیامرز ای غفور
گور گهواراست و تو طفلی و دایه لطف دوست
خوش بخواباند و خوابت داد تا یوم النشور
نور ایمان در دل و دل بارگاهِ نور حق
خوش چراغی گر دهد در پیش نور النور نور
ای گنه گاران شما را بشک آمرز خدا
به بود از پوستین کیش سنجاب و سمور
دارد از نورِ الٰہی چہرۂ تو آگہی
زردی روئ تو باشد سرخی رخسار حور

حورِ عینِ خالِ سیه زد بر رخ از رنگِ بلال
از حبش بنگر چه خوش مشاطهٔ کرده ظهور
در تجلّے این ندا آمد که خواهد دیدنم
هر که بر من خاطرِ خود کرد شب روزی حضور
چون برون آئی ز دنیا پیشوا آیم ترا
گویم ای محییؔ خوش چون کوفتی این راه دور

عشق و بدنامی و درد و غم بماند یارِ غار
تا محمد وار باشد عاشقان را چاره یار

آرزوی یار داری یار می گوید بیا
تا کنم دلداریٔ تو در دل شب های تار

نرم تر یک نیم شب گوای خدا در من نگر
پس شبا روزے نظر را شصت و سی صد می شمار

یار گفت هر جا که باشی با توام یادت کنم
از چنین یاری فرامش کردهٔ تو یاد دار

روح تو مر غیبت کز نزدِ خدا آمد بتن
بے خدا مرغی خدائی را کجا باشد قرار

ساقیا زان می که لفتی می دهم در آخرت
کم نخواهد شد که در دنیا کنی جامے نثار

کاروانها در بیابانها هلاک اند از عطش
ابر رحمت را ببارد قطرهٔ چندین ببار

بازدارد شیشهای می صراحی های شاه
اشتری مستی که نی افسار دارد نی مهار
شاه می گوی تو ما را حاضر قندیل باش
عاشق و مجنون و مستم آه دست از من مدار
خاک آدم را غذا تخمیر می کرده هنوز
کو فتاده بر سر مستان حضرت این خمار
بر سر هر موئے مشتاقان زبان دیگراست
کز خدا دیدار می جویند هر لیل و نهار
گر تماشائے جمالِ حق تعالیٰ بایدت
در میانِ عاشقان انداز خود را روز بار
در دلِ شبها بگریم گویم آن دلدار را
یا دلی ده یا دلی کز بیدلان بروے بیار
گر رسم روزے بدو نرخ قصۂ خود گویمش
تا بگرید بر من بیچاره آتش زار زار

تا قیامت محیی خواهد خواند این ابیات را
خلق و عالم هم بپائی می روند ہم پایدار

طبل قیامت بکوفت آن ملک نفخ صور
کاتبِ منشورِ ماست مالکِ یوم النشور

سر ز لحد بر زدیم خیمه به محشر زدیم
بی خدا اندر لحد چند بباشم صبور

از سر شوق و نشاط پای نهم بر صراط
تا زدمِ گرمِ ما گرم شود آن نشور

ای که ندا دی تو مال در طلب آن جمال
ما بتو بگذاشتیم دیدنِ دیدار حور

مست خدائیم ما که بخود آئیم ما
ساقی ما چون خداست باده شرابِ طهور

نور مبادر نظر زان که تجلیٔ حق
با تو کند انچه کرد با حجر کوه طور

وقت تجلی ازو دیدهٔ بینا مجوی
او چو نماید جمال چشم ترا دست نور

ہر کہ بنزدیکِ اوست دولتِ جاوید یافت
روی سعادت ندید آن کہ ازو ماند دور
مژدهٔ وصل خدا گر به لحد بشنویم
زنده شود جان و تن بیشتر از نفخ صور
حور چو آرا کنند رو بسوِ ما کنند
چشم نگهدار از ان دوست بود بس غیور
مستِ تو قصرِ بهشت کرده بزیر و زبر
ورنه کند زان که نیست هستیِ او بیقصور
گرچه تو قصرِ بهشت کردهٔ عنبر سرشت
از جگرِ سوخته می برم آنجا بخور
می کندم بهر دوست هر نفسی ماتمی
مجبیِ ماتم زده کی کند اے دوست شور

ای ذکر ترا در دل ہر دم اثری دیگر
وی از تو بہ ملک جان دارم خبری دیگر
از تیر ملامت ہا داریم دلِ مجروح
جز لطف تو مارا نیست واللہ سری دیگر
سلطان جمالِ تو تا جلوہ دہد خود را
بر ساختہ از بر دل آئینہ گری دیگر
در معرکۂ محشر آہے نزند عاشق
ہر دم اگرش سوئی تو یابد مقری دیگر
زان می کہ بما دادی در روز الست اے دوست
لطفے کن و ما را دہ جام و قدمے دیگر
در خدمتِ حق گر تو مردانہ کمر بندے
بخشند بتو ہر لحظہ تاج و کمری دیگر
در خانۂ بی روزن یعنی لحدِ تاریک
بر جان تو خواہد تافت شمس و قمری دیگر

یارب تو بہ مشتی خاک از بس کہ نظر داری
پیدا شدہ ہر لحظہ صاحب نظری دیگر

عیش، تن و جان و دل از رہ گذری عشق ست
عشرت نتوان کردن از رہ گذری دیگر

بر دوخت دل و دیدہ از دیدنِ غیرِ حق
نبود دل مجنون را چہ این ہنری دیگر

ہر کس کہ درِ حق زد و از ہمہ در ہا تافت
زان در نتوان رفتن ہرگز بدری دیگر

در آئینۂ دل دید مجیبی رخِ یار و گفت
ای ذکر ترا در دل ہر دم اثری دیگر

ای کہ می نالی ز دوران جور یارِ من نگر
اضطراب از من نگو صبر و قرارِ من نگر
جانبِ گلشن مردکان یکدو روزی بیش نیست
پر ز اشکِ لالہ گون دایم کنارِ من نگر
ای کہ می گوئی ندادم دل بخوبان ہیچ گہ
سوے میدان آئے و ترکِ شہسوارِ من نگر
سینہ ام پُر داغ و چہرہ گل گل از خوبان اشک
یکزمان سوئے من آ باغ و بہارِ من نگر
باشدت رحمی فتد و ردل بیائے سوئے من
حال زارِ من ببین شخص نزارِ من نگر
گر تو دارے میل خوبان دیدۂ عبرت کشائی
سینۂ پر سوز و چشم اشکبارِ من نگر
شکر کن محجبیؔ کہ در راہِ تو خاری بیش نیست
ہر طرف صد کوہ غم در رہگذارِ من نگر

هرکه در پیش تو بر خاک بمالد رخسار
ملک کونین مسخر بودش لیل و نهار

دگران گر بقدم بر سر کوئے تو روند
من بسر بر سر کوئ تو روم مجنون وار

سلطنت غیر تو کس را نسزد زانکه بلطف
هیچ دیّار نمالد ز تو در هیچ دیار

هرکه شد عاشق دیدار تو او نشناسد
دوزخ از جنت و شادی ز غم و می ز خمار

هرکه در کوئ خرابات رود می نوشد
بایدش گفت مثل دردسر و رنج خمار

دیده بکشای که محبوب کریم افتادست
مے نماید بتو هر دم ز کمین او دیدار

عاشق آن ست که سوزند دهندش بر باد
بس که خاکستر او جوش کند دریا بار

شمۂ کوئ تو از لطف خدا بردرِ دیر
تا کہ کافر بہ کشاید زمیانش زنار
گوش نوکر شنداِی خواجہ وگرنہ بخدائے
می کند بُت بخدائی خداوند قرار
جوش مے می زد و می گفت کہ چون مست شوم
ہیچ ہم صحبتِ خود را نگذارم ہشیار
عشقِ حق می رود اندر دلِ ہر عاشقِ زار
بادہ اندر رگ وپی بیش ندارد رفتار
در ہمہ مذہب ملت می عشق ست حلال
زان کہ بے او نتوان دید خدارا دیدار
ہمدم مامشو ای محیے کہ در آخر کار
بی گنہ کشتن وآدیختن است برسر دار

شب ہمہ شب باتو می گوئیم راز
تو بغفلت پای ہا کردہ دراز
اے ز ما کردہ فرامش گوئیا
سوئے ما ہرگز نخواہی گشت باز
خیز و ترکِ خواب کن تا نیم شب
ما و تو با یک دگر گوئیم راز
بے نیازم از تو و ز طاعات تو
با نماز و روزہ تو چندین مناز
تو نیاز آور برائے من کہ نیست
طاعتِ شایستۂ تو جز نیاز
مجیبی گر کاری نکردم غم مخور
من ترا ہم کارم و ہم کارساز

نومید مشو بندہ از رحمتِ ما ہرگز
زیرا کہ بغیر از ما کس نیست ترا ہرگز

خواہم کہ ازین عالم تو پاک شوی از جرم
ورنہ بتو نفرستم ای بندہ بلا ہرگز

چون سوختۂ امروز از درد فراقِ ما
در سوختنت فردا ندہیم رضا ہرگز

من یا توام ای عاشق تو نیز ہمامی باش
ہرگز چو نشاید دوست از دوست جُدا ہرگز

ہر چند کہ رو از ما بر تافتی و رفتی
رو از تو نمی تابد خود رحمتِ ما ہرگز

اندر دِ فراقِ ما یک شب چو بروز آرے
دیدار نپوشانم در روز لقا ہرگز

گر بر دل خود مارا روزی گذرانی تو
در دوزخ پر آتش نارہیم ترا ہرگز

اے بندہ گناہی تو خود دیدی تو دانی
بر روت نیارم ہم در روز جزا ہرگز
اے جمع تہی دستان حقا کہ نخواہم بست
من این در رحمت را بر روی شما ہرگز
از ہیم جدا بودن از دولتِ جاویدان
محیّے نبود یکدم بے یادِ خدا ہرگز

تو لذتِ عمل را از کارزار ما پُرس
آئین سلطنت را از حالِ زار ما پُرس
آن لذتے کہ باشد از انتہار صادق
شامِ بشارتِ وصل از روزگار ما پُرس
مجنونِ عشق ما را از باغ و راغ کم گوی
از وی تو سوز بوی بوی بہار ما پُرس
من خانمان ہر کس کردم خراب او را
من بعد اگر بخواہی اندر دیار ما پُرس
ہر شب ز لطف پرسیم کا حوال تو چگونہ است
ذوقِ خطاب ما را از دلِ فگارِ ما پُرس
بر تربتِ خرابِ عشاق ما گذر کن
و ز ذرہ ذرّہ خاکش تو انتظار ما پُرس
عاشق نہ چہ دانی دردِ فراق ما را
رو و تو این مصیبت از سوگوار ما پُرس

عشقیم قوقوی حسن جنباند مرغ جان برد
قوقوی بیرّ او را از هر شکار ما پرس

عاشق که از غم من کاهیده گشت جان داد
این مرغزار او را از مرغزار ما پرس

تو صاف دل چه دانی نالیدن سحرگه
آئین دردمندی از دردخار ما پرس

دل از غم دو عالم فارغ کن و بس آن گه
آئی به پیش محبی از لطف یار ما پرس

در جہان امروز بے پروا مباش
فارغ از اندیشۂ فردا مباش
کشتی پیدا کن و بنشین در و
ایمن از غرقاب این دریا مباش
بے خبر از نالۂ شب ہا مشو
غافل از احوالِ مظلومان مباش
در پئے خود کن دعا گویان نیک
بد مکن با مردمان تنہا مباش
دل بسے در جنت واخری ببند
بے ہوائے جنت الماویٰ مباش
کار درویشان و مسکینان بر آر
یاد کن از مرگ درد افزا مباش
نیکوئی کن تو و نیکو نام شو
بد مکن مشہور در ایذا مباش

دادخواہے راچو بینی داد دہ
دردکانِ جاہ بی سودا مباش
زیردستان راتو از پا درمیار
غرۂ این فرقِ فرقدسا مباش
خلق را محسنؔ تو ناصح گشتۂ
پیرو این نفسِ ناپروا مباش

داد مرا جانِ تو بادۂ از جان خویش
کفر مرا کرد نام گوہر ایمان خویش
حضرتِ او نیم شب گوید کای بوالعجب
ہیچ مکن آشکار کردۂ پنہان خویش
گرچہ تو آلودۂ بندۂ ما بودۂ
بندہ ندارد پناہ جز درِ سلطان خویش
گر تو گوید کسی کردۂ عصیان بسے
رحمتِ بسیار من گوید برہان خویش
در بہ نہد دست رد برُخِ تو نیک و بد
رد نہ کنم من ترا خوانمِ خاصان خویش
در لحد تنگ تو صلح کنم جنگ تو
پیش تو روشن کنم شعلۂ تابان خویش
خانۂ زندان گور پُر بود از مار و مور
من بنمایم در روضۂ رضوان خویش

دوزخِ زندان تن روی نهد سوی من

برسرِ کیوان زنم خیمۂ ایوانِ خویش

گردمت ای بوالفضول نام ظلوم وجہول

تانفروشم بکس بندۂ نادانِ خویش

بارہ امانت گران بندہ توئی ناتوان

بارترا می کشم سیجے گیلان خویش

گر مرا جان در بدن نبود بدن گو هم مباش
چونکه یوسف نیست با من پیرہن گو ہم مباش
گر بمیرم لاشۂ من ہم چنان دور افگنند
چاک شد چون جامۂ جانم کفن گو ہم مباش
در چمن گر خشک وتر سوزد بگو آنہم بسوز
چون نباشد یار من سرو وسمن گو ہم مباش
چون مرارانی زکوئے خود مخوان بارے رقیب
از گلستان گر رود بلبل زغن گو ہم مباش
مرگ باللہ بہتر ست از زندگانی دور ازو
گر نہ بینم یار خود این زیستن گو ہم مباش
یک سر موئے مباد اکم شنیدم گفتۂ
گر نباشد محیی افگار من گو ہم مباش

از خانمان آواره ام از دست عشق از دست عشق
سرگشته و بیچاره ام از دست عشق از دست عشق

ای کاشکی بودی عدم تا باز رستی از عدم
من سوزم از سر تا قدم از دست عشق از دست عشق

پرورده گردم خانمان سرگشته ام گرد جهان
گشتم ضعیف و ناتوان از دست عشق از دست عشق

هم نیم شب از گلخنی تا روز سازم مسکنی
چون گلخنی شد این دلم از دست عشق از دست عشق

هر روز و شب دیوانهٔ در گوشهٔ ویرانهٔ
گویم بخود افسانهٔ از دست عشق از دست عشق

این سوی و آن سو می خرم سودای خامی می برم
انگشت بدندان می گزم از دست عشق از دست عشق

ای خواجه ما را چون شما صد فکر بد در کارها
شد راست کار و بار من از دست عشق از دست عشق

باکس نگیرم الفتی از خلق دارم وحشتی
جویم ز ہر کس تہمتی از دست عشق از دست عشق
محبیؔ خدارا خوان وبس این غم مگو با ہیچ کس
نعرہ مزن تو زین سپس از دست عشق از دست عشق

ای غبارِ خاکِ کویت سرمۂ چشمِ فلک
ای بتو محتاج خلقِ هر دو عالم یک بیک
یا رسول اللہ توئی کانِ ملاحت پُر کمال
گر تو باید بر د خوبانِ دو عالم را نمک
هر که او امروز مالد روی بر خاکِ درت
آن مبارک روئی فردا کی درآید در فلک
شام سبحان الذی اسریٰ بعبدہ شد سوار
بر بُراقِ راهواری برق هم چو تیز و تک
در مقامِ قاب قوسین خدا کردہ سلام
تو رسانیدے سلامِ حق بہ امت یک بیک
از خدا بت رحمت بادا از شفاعت روز حشر
در نجاتِ عاصیانِ امتِ تو نیست شک
تا ملک بشنودہ است صلوٰۃ تو از امتت
عذر خواهی از گناہ امتِ تو شد ملک

گر نبودی روئے تو می بود در کتمِ عدم
هم ولی و هم نبی و هم سمٰوات و سمک
مُرغ جانہا را بود پُر از صلوٰۃِ لطفِ تو
این چنین بی شبہ پری نتوان پریدن بر فلک
نامہائے عاصیان امتِ خود را بہ بین
پس بفرما تا گناہان را کنند از نامہ حک
محیؔی صلوات آن شفیع آن نبیؐ بسیار گو
زان کہ داری تو بدی بسیار و نیکو نیک

مونسم یارست اندر تنگنائی گورِ تنگ
عاشقان در دو جہان مارا بس است این نام و ننگ
آتش دوزخ بسوزد از حرار تہائی عشق
عاشق سوزان کند در دوزخ از یک دم درنگ
آن چہ نورش بود آیا کو بکوہِ طور تافت
رفت از موسےٰ زہوش و پارہ پارہ گشت سنگ
ہیچ دانستی کہ با یونس درین دریاچہ کرد
کو رفیق و مونس او بود در بطن نہنگ
حسن یوسف از کجا بو داست کو دل می برد
از مسلمانانِ شہر مصر و کفار فرنگ
ہست باغ او درخت میوہ در وے صد ہزار
یکطرف آن میوہ ہا راچیدہ اندر تنگ تنگ
گر جمالِ حق تعالیٰ آرزو دارد کسی
گو برو آئینۂ دل را بزن صیقل ز زنگ

مشتری از لطف تو بسیار و از قہر تو کم
زان کہ ہر مردی نیابد پیش صف در روز جنگ
چیز دیگر ہست با ہر ذرۂ در کائنات
آن مبصر کیست بنگر اندر آن کس زن تو چنگ
من زبانِ حال دارم او زبان قال را
از دل مجروح می بشنو تو نی از نای و چنگ
خوردہ ام می چشم مخمورم بہ بین و سر برآر
کو خمار بادہ دار و باشد او مخمور تنگ
ریخت ساقی بادہ در جام دہان جان مجیبؔ
کم نشد ہستے آن می از دل او ہیچ رنگ

نامهٔ دارم سیه‌تر از شبِ تاریک رنگ
باوجود از تو نیم تومید یارب هیچ رنگ

از سیه روئی محشر یا دم آمد نیم شب
رویِ زردِ خویش را گردم باشکِ سرخ رنگ

یک نظر سوی من قلبی پدید کارِ من
تا نماند در دلِ زنگار خورده هیچ رنگ

یارب این بارِ امانت بس گرانست چون کنم
مرکبم از حد برون بی طاقت و زار سنت و لنگ

ای مسلمانان بدین کردار گر آیم پدید
بت پرستان از مسلمانان همی دارند ننگ

چون نه بینیم هیچ گه تدبیر خود در کائنات
روی خود می مالم اندر پای ترسا و فرنگ

گر خدا گوید چه آوردی برای ما ز خاک
روی گرد آلود خود بنمایم اندر گو ز ننگ

صلح کن یارب بمن آن دم که در خاکم نهند
باگدای عاجزی سلطان کجا کرداست جنگ
رحمتت باغی ست پر نعمت منم طواف او
از چنان باغی تهی بیرون نخواهم برد چنگ
کوری آنها که نومیدم کنند از رحمتت
بر من بیچاره رحمت کن خدایا بیدرنگ
ای خدا از لطف خود کن تو سپرداری مرا
زان که نیکان مریدان رامی زنند تیر خدنگ
محیی چون در موسفیدی دید گفت آه و دریغ
نامهٔ دارم سیه تر از شب تاریک رنگ

تیر او پیوسته می خواهم که آید سوی دل
لیک می ترسم شود پیوسته در پهلوی دل
دل ز من گم گشت اکنون روزگاری شد که غم
گرد کویش در بدر گردد بجست و جوی دل
گل رخان را باید از غنچه وفا آموختن
گو به بلبل تا دمِ آخر نماید روی دل
گر سگِ کویش کند دیوانگی نبود عجب
چون دلِ من هم دمش بود و گرفته خوی دل
آتش از غیرت زنم خلوت سرای سینه را
گر بود آن جا بجز دردِ تو هم زانوی دل
ای پری رویان دل محیی بدست آرید باز
ورنه تا محشر نخواهد کرد گفت و گوی دل

کی بود آیا کہ بنمائی جمال باکمال
زندہ گردند ماہیان مردہ از آبِ زلال

در قیامت حشر را حاجت بہ نفخ صور نیست
بگذرد بر گور خلقی مژدۂ بودی وصال

در جہنم خوش توان بودن اگر یک بار تو
در ہمہ عمر آئے پرسی و گوئی چیست حال

اندرین زندان تو با مائی نگشتم من ملول
گر دران زندان بما باشی کجا باشد ملال

خانۂ عاشق دل ست و آن چنان پرشد ز دوست
کان چہ غیر دوست ست در وی نمی یابد مجال

گر سر موئے شود فردوس اعلیٰ رشک او
گنجد اندر خانۂ عاشق بود امری محال

خون خلقے ریخت بی کین ہیچ دانی کیست آن
در تو نامِ او نگوئی بگذارنش در خیال

کشتگان نعره زنانند هیچ دانی کیست آن
برکشنده هیچ نه وکشته را باشد وبال
از سرِ دنیا برای دوست بگذشتی چه سود
سهل باشد در گذشتن از شریک پیرزال
سایهٔ طوبیٰ وحوض کوثر و باغ بهشت
خوش مقامے باشد اما باجمال ذوالجلال
کی شود بی جذب مقناطیس وصلش متصل
ذره ذره خاکِ آدم بعد چندین ماه وسال
عشق ومستی وجنون در طالع ما دیده اند
چون زمادر زاده گشتیم وپدر بکشاده فال
اول وآخر توئی وظاهر و باطن توئی
کیست دیگر غیر تو وچیست چندین قیل وقال
تو زما و ما ز بوئ تو چنین گشتیم مست
ورنه مستی چنین بے می ندارد احتمال

بوئ یار آمد بما آرے بباید بوئ دوست
در مشامِ آن کہ دارد او بآن یارا اتصال
بعد چندین قرن گویند رحمت اللہ علیہ
چون بخوانند خلق شعر محبیؔ صاحب کمال

غلامِ حلقہ بگوش رسولؐ ساداتم
زہے نجات نمودن حبیب و آباتم
کفایت ست ز روحِ رسولؐ و اولادش
ہمیشہ در دو جہاں جملۂ مُہمّاتم
زِ غیرِ آلِ عبا حاجتے اگر طلبم
روا مدار یکے از ہزار حاجاتم
دلم ز حبِ محمدؐ پُرست و آلِ مجید
گواہِ حالِ من ست این ہمہ حکایاتم
چو ذرہ ذرہ شود این تنم بخاکِ لحد
تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم
کمینہ خادمِ خدامِ خاندانِ تو ام
ز خادمئ تو دایم بود مُباہاتم
سلام گویم و صلواۃ با تو ہر نفسے
قبول کُن بکرم این سلام و صلواتم

گناہ بے حد من بین تو یا رسول اللہ
شفاعتے بکن و محو کن خیالاتم
نہ ہر کہ بد تر از و نیست من از و بترم
ندانم این کہ بتو چون شود ملاقاتم
ز نیک و بد ہمہ داند کہ من محمدیم
خلایقے کہ کنند گوش بر مقالاتم
بگوئے محیی کہ بہر نجات می گویند
درود سرورِ کونین در مناجاتم

اشک سرخ و روی زردِ من گواه است ای کریم
بر کمالِ عشق دیدار تو باللّٰہ العظیم
بی لقای تو هوادار تو کی خرم شود
در هوای غرفهای قصرِ جنات النعیم
آتشِ عشق ترا ای دوست نتواند نشاند
تا ابد در دل اگر شعله زند نارِ جحیم
گر ببیند از ی تو بر دو رخ تجلّیِ جمال
نیک و بد دار ند منت تا ابد باشد مقیم
گر بوی وصل تو باشد قرینِ وصلِ تو
بعد چندین قرن چون زنده شود عظمِ رمیم
با تو عهدے بسته ام ای دوست در روزِ ازل
تا ابد خواهیم بودن بر همان عهدِ قدیم
چار جوی آب و شهد و شیر می شد در بهشت
شربتِ بیمار دیدار تو نبود ای حکیم

آب حوضِ کوثر اندر سایۂ طوبیٰ عطش
کی نشاندی گر نبودی از سرِ کویت نسیم
بر صراطی گر پلِ دوزخ بود چون نگذرد
بی سر و پای که رفته بر صراطِ مستقیم
دوست اندر گوشِ عاشق راز گوید روزِ وصل
نیست اندر خوردِ گوشِ هر کس این درِّ یتیم
در برونِ پرده باشد این همه خوف و رجا
در درونِ پرده رو کانجا امید است و نه بیم
این گدایان بر درِ او شیئاً لِلّٰہ می زنند
تا شما را بخشد انچه دارد آن شاه کریم
دولتِ دیدارِ حق مجیبیؔ چو یابی در بهشت
نبود آن در طالعِ تو باشد از لطفِ عمیم

چون تمامی عمر نیکی کرد با تو آن کریم
از بدی خود چرا ترسی تو آخر ای لئیم
تو بتیمے با تو هرگز کس نخواهد کرد قهر
زان که او خود کرد نهی قهر کردن بر یتیم
هر چه می خواهی نوازدی می دهد بیشک ترا
دست خالی کی رود سایل ز درگاهِ کریم
حق تعالیٰ قادر است کو همچو موئ از خمیر
خلق عاصی را بر آرد سالم از نارِ جحیم
لطفِ او بے شک برابر می بود با نیک و بد
راست می ماند بدان سببی که سازندش دونیم
آن که رحمان و رحیم ست دوست می دارد ترا
پس چه باک از دشمن دیگر ز شیطان الرجیم
او بسوے تخت می خواباندت در گور تنگ
می وزاند مر ترا از روضۂ رضوان نسیم

دربهشتِ خلد زرین خشت دادت درجها
پس خریدارِ تو چیزی قلب ماهم نفس وبیم
چون زبانِ قال گردد در سوالِ گورلال
واردت ثابت قدم فی الحال بر عهد قدیم
دوستیها کرد با نوازازل تا این زمان
در مقامِ دوستیٔ او نمی باشی مقیم
نعمتِ بسیار خواهد داد در عمرِ ابد
تا به نعمتها کند محیّے به جنات النّعیم

بے تماشای جمالت روضه را ہامون کنم
حور عین را از درونِ قصرہا بیرون کنم
حور زیبا روی را خواہیم دادن سه طلاق
گر نه رو در نور روی حضرتِ بیچون کنم
روضه را جلوه مده رضوان که بالله العظیم
ما بیک آہش بسوزیم و ترا مجنون کنم
آب و دار وئے بہشتی کوثر و طوبیٰ بود
ما بیک دم کار و بارِ ہر دو را یکسو کنم
گر نه در فردوس باشد دیدنِ دیدار دوست
زاویه در ہاویه گیریم و دیده خون کنم
ایہا العاشق اگر معشوق بردارد نقاب
دیدهٔ ما در خورِ او نیست آیا چون کنم
محیے با ما دار خود را بی ریاضت تا ترا
چون جنید و بایزید و شبلی و ذوالنون کنم

گر دلدهی بباده عاشق که ما املینم
با آن که دل بماداد ما روز و شب قرینیم
گر ما دل تو یابم تسلیم تو بسازم
تاوان یکدل تو صد دل بیا فرینیم
نفرین خویش می گو تا کم شود وجودت
چون با تو بعد از ان ما گو یا فی آفرینیم
شیطان هزار فرسنگ از گرد تو گریزد
سی صد نظر چو هر روز اندر دل تو بینیم
گر صد هزار شیطان اندر کمین نشینند
بر تو ظفر بیابید ما هم چو در کمینیم
ای بنده توبه آن گه بر تو کنیم رحمت
سوگند خور تو هم چون ما نیز بر همینیم
یحیی ببر بکلی زین دوستان فانی
پیوند خود بما کن ما یار راستینیم

ما بہ جنت از برائے کار دیگر می رویم
نے تفرجِ کردن طوبیٰ و کوثر می رویم
مقصدِ ما حسن یوسف باشد اندر شہر مصر
ما نہ در مصر از برائے قند و شکر می رویم
اندران خلوت کہ در وے رہ نیابد جبرئیل
بے سر و پا ما بہ پیش دوست اکثر می رویم
می گریزند زاہدانِ خشک از تر دامنی
ما بہ خورشید خود با دامنِ تر می رویم
پارسا گو بد بگوی ما بیا شو نام نیک
ما دران کوچہ خدا داناست کمتر می رویم
باز دنیا گو قلندر خانہ عشق خداست
سوے عقبیٰ عاشق و مست و قلندر می رویم
شیخ ما عشق ست و ما پی در پی او تا ابد
بی عصا و خرقہ و کجکول و لنگر می رویم

زہرۂ مارا مبر از قہر ما با نیکوئی
ما اگر نیکیم وگر بد ہم بدان در می رویم
بر کفن مارا نوای عشاق بوی خوش مسا
ما بگور از بہر آن دلبر معطر می رویم
دولتِ دیدار می خواہیم در جناتِ عدن
تا نہ آن جا از برائے زیور وزر می رویم
محیی مارا ہم چو کوہ افسردہ می بینی ولی
ما بسر چون ابر خوش بی پا وبے سر می رویم

باز کشم لشکر و تا بہ فلک بر درم
قلعۂ روحانیان گیرم و بر ترپرم

من ملک مقبلم لیک درین منزلم
صفدر تیس پُر دلم جانبِ لشکر روم

کشورِ دنیا و دین دارم و زیرِ نگین
چند نشینیم چنین جانبِ لشکر روم

ہر نفسے از علا میرسدم این صلا
دار ہم و زین بلا بر درِ دلبر روم

پیر خرابات جان گر کشدم مو کشان
بندہ کجائے بیا پیش شہ از سر روم

قبلۂ حاجات دل کوئی خرابات ما
وقتِ مناجاتِ دل محیی در اندر روم

زان بیوفائے سنگدل جور و جفا می بایدم
از کس نمی خواہم وفا زان بیوفا می بایدم
من مرغ آتش خوارہ ام با دانہ و دامم چہ کار
آخر بجائے دانہ در گور جا می بایدم
دلہائے مردم باد خوش از شادی عیش و طرب
من خو بہ محنت کردہ ام درد بلا می بایدم
پیراہن یوسف اگر بوئی بخشند فارغم
مژدہ بسوی دل ازان بند قبا می بایدم
سینہ بسی تنگ ست دل از غیر می سازم تہی
مہمان غم آمد مرا در جان سرا می بایدم
بیگانہ ام با مردمان و ز خویشتن بیگانہ تر
تا چند این بیگانگی دل آشنا می بایدم
یحیی بسی لذت بود در عشق و رنہ بدن ولے
ہجران مرا مشکل بود صبر و رضا می بایدم

خوش آن غوغا کہ من خود را بہ پہلوی تو می دیدم
تو سوئے خلق می دیدے و من سوئے تو می دیدم
نمی دانم مرا می آزمائی باشد از بدخو
کہ آن حالت نمی بینم کہ از خوے تو می دیدم
اگر در باغ رضوان خویش را بینم چنان نبود
کہ شب در باغ خود را بر سر کوئ تو می دیدم
غدایت این زمان جانم بیادت ہست پیش از آن
کہ صد دشنام می دادی چو بہ روی تو می دیدم
عجب نبود اگر با عاشق خود سر گران بودے
کہ صید بستہ با ہر موئے گیسوئ تو می دیدم
بیادم آمد ای محیی کہ چون بر خاک افتادی
بہرجا سایہ افتادہ از بوی تو می دیدم

هرگز مباد آن که بهشت آرزو کنم
خود را به هیچ بهر چه بی آبرو کنم
چندین هزار جان گرامی شود بباد
گر من حدیث طرهٔ او مو بمو کنم
چون دست من بجام مرصع نمی رسد
قلاش دار در می از و آرزو کنم
آن سال و مه مباد که با ماه رو بتو
یک لحظه زندگانی خود آرزو کنم
خود را بدار برکشم از دستِ جورِ او
وز آه جان گداز رسن در گلو کنم
محیی اگر به کعبه کنم روی در نماز
شرمم شود که روی دگر سوی او کنم

بخود مشغول می گردم که از خود یار می جویم
گهی در دل گهی در سینهٔ افگار می جویم

دمی گو هست پیشم تا نگردد هیچ کس آگه
همی گویم نشانش از در و دیوار می جویم

به بین در سر چها دارم زهی فکر محال من
ره و رسم وفا زان کافر خونخوار می جویم

ترا از من همی جستند هر دم پیش زین اکنون
همی گردم بهر جانب ترا اغیار می جویم

ببوی تو دل صد پارهٔ من ماند در بستان
کنون هر پارهٔ آن از سر هر خار می جویم

چنان شد گشتی محبی که گر در دم شود غائب
همان ساعت نشان او نه پای دار می جویم

ای خوش آن روزے کہ در دل مہر یاری داشتم
سینۂ پُرسوز و چشمِ اشکباری داشتم

یاد باو آن گہ فارغ بودم از باغ و بہار
در کنار از اشک گلگون لالہ زاری داشتم

کور باد ادیدہ بختم خوش آن روزے کہ من
دیدہ بر راہِ سمندِ شہسواری داشتم

باز رو گر دانی از من چونکہ آیم سوئے تو
آخر ای پیمان شکن با تو قراری داشتم

شکر گر نالہ برون شد از دلم یکبارگی
گرچہ از خوف و خطر خاطر غباری داشتم

نا اُمیدم کردی از خود لے خوش آن روزے کہ من
آرزوئے بوس و امیدِ کناری داشتم

گر کسی پرسد چہ می کردی تو مخفی در جواب
گویم آنجا با کسی یک لحظہ کارے داشتم

دو چشم از بهر آن خواهم که در رخسار او بینم
وگر آن دولتم نبود در و دیوار او بینم
کند جان در تنم آمد شد صیّاد در چشمم
چو بالائی بلند و شیوهٔ رفتار او بینم
نخواهم دیدهٔ روشن که بر غیری فتد ناگه
همان بهتر که از نورِ رخش دیدار او بینم
چو مجنون آهوِ صحرا ازان رو دوست میدارم
که با وے حالتی از نرگس بیمار او بینم
ز رشکِ آن که خواندی از سگان کوئی خود مجبی
همه کس سنگ کین بر کفِ پی آزار او بینم

بخواب مرگ خواهم شد مکن ای بخت بیدارم
که من دور از درش امشب ز عمرِ خویش بیزارم
خلاف ست این که می گویند نباشد آرزو در دل
مرا دل برد بدخوی و چندین آرزو دارم
نه آخر عاشقان باری ز خوبان رحمتی بینند
تو هم رحمی بکن با من که در عشقت گرفتارم
بروز وعده از هر جا که آوازی نه در آید
ز شادی بر جهم از جا که باز آمد ز در یارم
بیاد مجلس عیش تو برگ عشرتم این بس
که افتد لخت لختی خون دل از چشم خونبارم
چه حالت این که هرگه وعدهٔ وصلش رسد یحیی
همان دم مانعی پیش آید از بخت نگون سارم

بغیر از سایہ در کویت کسی محرم نمی یابم
کنون روزم سیہ شد آن چنان کان ہم نمی یابم

چو مجنون آہوِ صحرا از آن رو دوست میدارم
کہ بوی مردمی از مردمِ عالم نمی یابم

بروای ماتمی شیون برارباب عشرت کن
کہ غیر از لذت شادی من از ماتم نمی یابم

مگر آن مایۂ شادی بود غمگین کہ بے موجب
دلِ شوریدۂ خود را دگر خرم نمی یابم

مرا حد شکایت نیست لیکن این قدر گویم
کہ از تو حالتی می دیدہ ام این دم نمی یابم

ندانم عشق من کم گشتہ باشد بیخودی افزون
کہ آن خوش وقتیٔ اول ز درد و غم نمی یابم

منم عاشق مرا دل ریش باید بیش نے مرہم
کہ ذوقے کز جراحت بینم از مرہم نمی یابم

مگر در عاشقی محیی کم از فرہاد و مجنون است
اگر ز ینشان نباشد بیش یارے کم نمی یابم

نہ چندانی گنہگارم کہ شرح آن توان دادن
خداوندا بروی من نیارے وقت جان دادن

خداوندا مرا بستان ز شیطان و ہوائی نفس
چہ حاصل نامرادی را بدست دشمنان دادن

دمِ آخر من ایمان را بتو خواہم سپر داز دل
کہ کارِ نیست مرا ز غارتِ شیطان امان دادن

خدایا دوستان را چون بفضل خود کنی مہمان
بہ کلب کوی خود آندم توان یک استخوان دادن

بیامرز آخرِ عمرم کہ از لطف و کرم باشد
کہ در آخر دمِ آبی بہ لبِ تشنگان دادن

سر خاکم گواہی دہ بہ نیکی گز نکوی ہاست
پس از مردن بہ نیکوئی گواہی بر بدان دادن

ببخشا بر من ای جان بے شفاعت کردنِ نیکان
کہ بے منت ترا شاید مرادِ بندگان دادن

نمی بینم ترا از تو ہمے بینم من عاصے
خلاصی از عذاب این جہان وآن جہان دادن
ازان برکندہ ام دل را ز ہر چہ غیر تست اے دوست
کہ جان را وقت جان دادن بآسانی توان دادن
منم مفلس ترین خلق و وعدہ کردۂ یا رب
کہ خواہم گنج رحمت را بدستِ مفلسان دادن
بہ قعر دوزخم جادہ بچندان کز گنہ باللہ
مِن بدرا دریغ ست جائے در صدر جنان دادن
غذای محبتی در دنیا بجز خونِ جگر نبود
کہ دارد ضعف دل او را کباب خون چکان دادن

کاسهٔ سر شد سفال و دیدهٔ گریان همان
تن بکویت خاک گشته ناله و افغان همان
دل نماند ز آتشی در جان شیرینم هنوز
جامهٔ جان چاک گشته اشک در دامان همان
آب شد در چشمهٔ و هم سنگ شد در کوه آب
خوی عاشق هم چنان دل سختی خوبان همان
کافر از آتش پرستی رفت و آتش را نشاند
بت پرستی من و سوز دل بریان همان
گر ترا نسبت کنم با مهر و مه باشد خطا
چون تو افزونی ز مهر و از مه تابان همان
گل ز بستان رفت و بلبل از فغان خاموش شد
عاشق رویت همان و ناله و افغان همان
دل ز جور او خراب و او ز حالش بی خبر
مملکت ویران شد و بی غوری سلطان همان

به نخواهد گشت عالم زان که گر گریم بسے
بخت من باشد همان بدمهری دوران همان
هر زمانش شربتے دیگر مفرما ای طبیب
چون که باشد محیی افگار را درمان همان

مجالی کی بود با تو حدیثِ خویشتن گفتن
که پیش چون تو بدخوئی نمی یارم سخن گفتن

زمانی خلوتی خواهم که گویم حالِ خود با تو
که نتوان شرح حالِ خویشتن در انجمن گفتن

قد و روئے ترا چون ہر کسی سرو و سمن گوید
توان خار و خس کوئیت به از سروِ سمن گفتن

بجان کندن نہادم یک سخن گویند از و با من
که از شیرین حکایت خوش بود باکوه کن گفتن

نباید گفت با بیدرد ہرگز وصفِ حسن او
که بیجا صل بود بسیار از گل با زغن گفتن

غمِ تو از دل محیی نخواہد شد بآسانی
که نتوان یا مقید بی جہت ترکِ وطن گفتن

من کہ ہستم زندہ دور از دلربائی خویشتن
گر برفتم می کشد باشد بجائی خویشتن
نے مرا در خانہ کس راہ و نی در مسکنے
می توانم بود یک دم در سرائے خویشتن
ای کہ می نالی ز عشق بار جور روزگار
سوئے من می بین و کن شکر خدائی خویشتن
گر ز عشق افزون نبودی در دبی پایان من
فکر می کردم بجان کندن دوائے خویشتن
تا نہادم بر سر کوئیت قدم بی اختیار
تو تیائی دیدہ سازم خاک پائی خویشتن
بس کہ زاری می کنم بیہوش گردم ہر زمان
باز می آیم بہوش از نالہائے خویشتن
غیر محبیے کو خود از بہر تو خواہد در جہان
ہر کہ می خواہد ترا خواہد برائی خویشتن

گر تو طلبی داری بیداری شبہا کو
باذکر خدا بودن در خلوتِ تنہا کو

آن دوست زہر ذرہ خود را بہ شما بنمود
در مشرق و در مغرب یک دیدۂ بینا کو

ہر چیز کز و جستی بہرِ تو مہیا کرد
تو ہیچ نمی گوئی کان خالق اشیا کو

بسیار گنہ کردی از حق تو نہ ترسیدی
از ترس عذابِ حق نالیدنِ شبہا کو

چون گوئی یا اللہ گوئیم بتو لبیک
این بندہ نوازیہا جز حضرتِ مارا کو

بر خود نہ تو کردی رحم من بر تو کنم رحمت
دست گیر گنہگاران غیر از کرم ما کو

بینندہ و شنوندہ جز من نہ کسی دیگر
بی سمع و بصر چون من بینندہ و شنوا کو

من اول و من آخر من ظاهر و من باطن
جمله منم و جز من یک ذره تو بنما گو

از غایت پیدائی پنهان بود این دانم
پیدائی چنان پنهان می گو که تو آبا گو

ذات و صفت اسم چون خلق بظاهر کرد
هر گون اید بنگر کان مظهر اشیا گو

ای دوست محیی الدین می گفت که ای عاشق
گر تو طلبے داری بیداری شبها گو

ندارم گرچه آن دیده که بینم در جمال تو
نیم نومید چون عمرم گذشت اندر خیالِ تو

تو جنت را به نیکان ده منِ بد را به دوزخ بر
که بس باشد مرا آنجا تمنای وصالِ تو

منِ دیوانه در دوزخ به زنجیرِ تو خوش باشم
اگر یک بار پرسی تو که مجنون چیست حالِ تو

چو بوی عشقِ تو آید ز مغز استخوان من
بسوزاند مرا آتش ز عشقِ آن جمالِ تو

تو شربتهای جنت را بمانا تا کی دهی رضوان
نشد کم تشنگی ما را از آبِ این زلالِ تو

میارا ای روی حور عین که سرمستان آنحضرت
جمالِ حق همی بینند زلفِ خط و خالِ تو

مگر پرده براندازی ز پیشِ چشم مشتاقان
وگرنه کی توان دیدن جمالِ باکمالِ تو

بمالک گویم ای مالک چنان الله خواهم گفت
که از الله من سوزد جهنم بد سگالِ تو
جگرہای کباب ما نگردو تا ابد سیراب
مگر ساقی شود ما را خدای ذوالجلال تو
به دوزخ گر ز من پرسی که چونی محیی در آتش
شوم من تا ابد مست و کنم زقص از سوال تو

افسرِ شاہی نخواہم خاکِ پائی یار کو
بال گو بشکن ہما آن سایۂ دیوار کو
سرور اگیرم کہ دارد با قدِ او نسبتی
آن گل رخسارۂ وآن شیوۂ رفتار کو
در ہمان گیرم کہ گل بار آرد و غنچہ زباد
آن تبسم کردن آن شیرین لب و گفتار کو
دیدۂ آہو اگرچہ دلفریب آمد ولی
آن کرشمہ کردن وآن غمزۂ خون خوار کو
وصل او دشوار بے او زندگی دشوار تر
مردن بے زخم ہم تنگ ست پائی دار کو
ای خوش آن عاشق کہ عشقِ خویش نشناسد زیار
وصل و ہجر آن جا نگنجد یار کو اغیار کو
جان فدا بت ای کہ آوردی خبر زان تند خو
باز پرسید از رقیبان محیِّ افگار کو

من کیم رسوائے شہر و عاشق دیوانہ
آشنا با ہر غمی وز خویشتن بیگانۂ
ہم شوم شاد از غمش گر در دلم منزل گرفت
ہم شوم غمگین کہ او جا کرد در ویرانۂ
ترکِ شہر آشوب من در کشورے منزل نکرد
تا نکرد اول غمش صد رخنہ در ہر خانۂ
گہ گیاہ در در وید از دلم گہ خار غم
من بہ حیرت کین ہمہ گل چون دمد از دانۂ
می خورم خون دل و خود را بہ مستی می دہم
تا کنم گستاخ پیشش نالۂ مستانۂ
گفتۂ مجبی کہ باشد تا دم از عشقم زند
در طلب فرزانہ و در عاشقی مردانۂ

بگوای این دل سنگین کشد جور و جفا تا کے
کجائی لذتِ شادی و غم درد و بلا تا کے
شدم بیگانہ از خویش و نگشت او آشنا با من
کند بیگانگی چندین بمن آن آشنا تا کے
بمن قصد ہم چو من در رہ فتادہ از برای تو
ز حد بگذشت مشتاقی نیائی سوی من تا کے
دلم طاقت نمی آرد تو ہم انصاف پیش آور
ز تو جور و جفا چندین ز من مہر و وفا تا کے
بر ولئے جان از ان گلزار بوئی سوی من آور
کشیدن منت بسیار از بادِ صبا تا کے
کشا بند قبا تا من بیاسایم ز عمرِ خود
گرہ در دل مرا باشد از ان بندِ قبا تا کے
گر او را کشتنی باشد بکش ورنہ کن آزادش
بود در دست تو محییؔ اسیر و مبتلا تا کی

گر دلِ غم پرور غم گسارے رواشتی
با بلا خوش بودی و در غم قرارے داشتی

نام مجنون در جهان هرگز نه بودی این چنین
گر چنان بودی که چون من یادگاری داشتی

هر دو عالم را ز یک پرتو سراسر سوختی
آفتاب از آتش من گر شرارے داشتی

گل چرا غرقِ عرق گشتی ز خجلت پیشوا
گر نه آن بودی که از رشکِ تو خارے داشتی

نسبتے می داشت با من شمع در سوز و گداز
گردنِ بریان و چشم اشکبارے داشتی

یار مجیبی گر گشودی رخ میانِ مردمان
ترک یاری خویش کردی هر که یاری داشتی

بی وفا یاری چنین تا کی جفاکاری کنی
نیست وقتِ آن که یک چندی وفاداری کنی

این چه قسمت باشد ای بی رحم انصافی بده
بر منِ مسکین ستم با دیگران یاری کنی

با وجودِ مردمِ دیگر نمی دانم چرا
میل دایم جانب رندان بازاری کنی

وقت آن آمد که دستی بر دلِ زارم نهی
خون شد از دستِ تو دل تا چند خونخواری کنی

خانهٔ دل گر فرو ریزد ز بادِ روی تست
سهل باشد هر عمارت کش تو سرداری کنی

شیون و زاری مکن محیی دگر کان سنگ دل
جور افزون می کند هر چند تو زاری کنی

این که سر بر تن بود بر دار بودی کاشکے
دین بدن خاشاک راهِ یار بودی کاشکے

تا صبا خاکم نه بردی از سرِ کوئ حبیب
خاکِ من خشتی ازان دیوار بودی کاشکے

چون تو گاهی می کنی پرسش مریضِ خویش را
دائما چون دل تنم بیمار بودی کاشکے

بس که بیدادِ تو افزون می شود گویند خلق
جور امثالِ تو هم چون یار بودی کاشکے

با وجود از جور بسیار تو گویم هر زمان
اینک باشد اندکی بسیار بودی کاشکے

چون تو نتوانی که هم چون گل جدا گردی ز خار
مجیبے افگارِ تو آن خار بودے کاشکے

برون آشہ سوار من تعلل بیش ازین تا کے
ز حد بگذشت مشتاقی تحمل بیش ازین تا کے

تو حال من همی دانی و می دانم که می دانے
چو خود را دُور می کردی تغافل بیش ازین تا کے

به طرفِ گلستان یک ره در آ و قدر گل بشکن
کشیدن دردسر چندین ز بلبل بیش ازین تا کے

اگر میلِ عزاداری بیا و قتلِ مجیبؔ کن
به کارِ این چنین نیکو تامل بیش ازین تا کے

سیدہ کا لال!

تاریخ اسلام کا اہم ترین واقعہ

تاریخ شہادت کی مکمل داستان

★ جب خون سستا تھا اور پانی مہنگا تھا۔

★ جب انسانیت کا گلا گھٹ رہا تھا۔

★ جب رسولؐ کے نام لیوا آلِ رسولؐ کے سینے چھلنی کر رہے تھے۔

★ جب ذاتی افتخار کے لئے مذہب کی دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں۔

★ جب معصوم اور نوجوان بے دردی سے قتل ہو رہے تھے۔

اُس وقت دوشِ محمدؐ کا سوار حق و صداقت کا علمبردار امام نامدار پرچم محمدیؐ لے کر کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں ایک پیغام دے رہا تھا۔ پیغامِ حریت، پیغامِ انسانیت جس کو سن کر زمین اور آسمان تھرا رہے تھے۔ وحوش و طیور پھڑپھڑا رہے تھے، مگر نام نہاد فدایانِ رسولؐ اس پیغام کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینا چاہ رہے تھے جس کی وجہ سے انکی امارت و تمول کی سر بفلک محلات میں ایک لرزہ پڑ رہا تھا۔ باطل حق کے مقابلے میں کامیاب ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ آلِ رسولؐ پر دردناک مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ اُن کے خیمے بھڑکتی ہوئی آگ کی نظر ہو رہے تھے۔ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے بلبلا رہے تھے۔ ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی، مگر سینۂ حسینؓ سے جو زخموں سے چھلنی چھلنی ہو گیا تھا پیغامِ حقانیت اُسی جوش و خروش کیساتھ بلند تھا۔ یہ پیغام کیا تھا کہ جو اس پر ایمان رکھتے تھے اُن کا کیا حشر ہوا؟ حق کی فتح اور باطل کی شکست کا یہ رنگین فسانہ جو خونِ شہیداں کی سرخی اپنے اندر لئے ہوئے ہے کس طرح ختم ہوا۔ یہ ایمان افروز داستان علامہ راشد الخیری کی تصنیف سیدہ کا لال میں ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے